خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں 5

آداب واخلاق

خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں

از قلم
ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم
امام وخطیب مسجد نبوی شریف

مترجم بالأردية

آداب واخلاق

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

عبدالمحسن بن محمد القاسم، ١٤٤٤هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

القاسم، عبدالمحسن بن محمد

آداب واخلاق مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ (الأخلاق من خطب المسجد النبوي). /عبدالمحسن بن محمد القاسم -ط ١ -. المدينة المنورة، ١٤٤٤هـ

ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٠٤-٥٣٦٤-١

١-خطبة الجمعة ٢- اسلامی خطبات أ. العنوان

٢١٣ ديوي ١٤٤٤/١٠٢٨١

رقم الإيداع: ١٤٤٤/١٠٢٨١

ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٠٤-٥٣٦٤-١

کتاب لوڈ کرنے کے لیے بار کوڈ اسکین کریں

a-alqasim.com

آداب واخلاق

مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب مسجد نبوی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور درود و سلام نازل ہو ہمارے نبی محمد اور ان کی تمام آل و اصحاب پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

یہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے نوع بنوع اعمال وعبادات مشروع قرار دی ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ جنت میں اعلی مقام حاصل کر سکیں، ان میں سے بعض اعمال کا تعلق بندہ اور اس کے رب سے ہے، جیسے عبودیت، عاجزی وانکساری، توحید اور اس کے اسماء وصفات کو ثابت کر کے ہر ناحیہ سے اس کے کمال کو ثابت کرنا۔

جبکہ بعض اعمال کا تعلق انسانوں کے آپسی معاملات سے ہے، جو حسن خلق کے جامع لفظ میں داخل ہے اور حسن خلق نام ہے بھلائی کرنے، برائی کو روکنے اور لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنے کا۔

اخلاق کے اندر عبادت کا جو پہلو پنہاں ہے اس کو اجاگر کرنے کے لیے میں نے مسجد نبوی میں اس موضوع پر کئی خطبے دیے، پھر میں نے انہیں الگ کر کے اس کتاب میں مرتب انداز میں جمع کر دیا ہے، جن کی تعداد (۱۳) ہے اور اس کتاب کا نام رکھا ہے: "**الاخلاق؛ من خطب المسجد النبوی**" یعنی: "**آداب واخلاق؛ مسجد نبوی کے خطبات سے ماخوذ**"۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اسے نفع بخش بنائے اور اپنے لیے خالص کر لے۔

اللہ ہمارے نبی محمد اور ان کی تمام آل و اولاد اور صحابہ کرام پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب مسجد نبوی شریف

اچھے آداب واخلاق

زبان کی حفاظت [1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، بے شمار درود وسلام نازل ہو آپ پر، آپ کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، کیونکہ جو اپنے رب سے ڈرتا ہے وہ نجات پالیتا ہے اور جو اس کے ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے۔

اے مسلمانو!

بندوں پر اللہ کی جو نعمتیں ہیں انہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ﴾

(تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔)[النحل:۵۳]۔

زبان اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت اور عجیب کاریگری ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالی نے انسان پر احسان کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُۥ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ﴾

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۱۴رجب ۱۴۴۱ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟۔)[البلد:۸-۹]۔

اسی زبان کے ذریعے اللہ نے بنی آدم کو علم، گویائی اور عزت عطا فرمائی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ ۞ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ ۞ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ ۞ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ﴾

(رحمن نے، قرآن سکھایا، اسی نے انسان کو پیدا کیا، اور اسے بولنا سکھایا۔)[الرحمن:۱-۴]۔

انسان جو بھی بولتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں محفوظ ہو جاتا ہے، اور وہ اسے قیامت کے دن اپنے رب کے پاس موجود پائے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞ﴾

(وہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک مستعد نگران موجود ہوتا ہے۔)[ق:۱۸]۔

اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو سچی بات کہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا﴾

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور بات صاف سیدھی کیا کرو۔)[الأحزاب:۷۰]۔

نیز اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ سب سے اچھی اور بہترین بات کریں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُواْ ٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ﴾

(آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہی بات زبان سے نکالیں، جو بہتر ہو۔)[الإسراء:۵۳]۔

خیر و بھلائی کے علاوہ دیگر تمام چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا ایمان کے واجبی تقاضوں میں سے ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا پھر چپ رہے۔"** (متفق علیہ)۔

اللہ تعالی نے لغو بات اور بیکار عمل سے اعراض کرنے والے اپنے مومن بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ هُمۡ عَنِ ٱللَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ﴾

(اور جو بیہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں۔)[المؤمنون:۳]۔

ایک مسلمان کواپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے، زبان کی حفاظت کے حساب سے ہی بندوں کے درجات میں فرق ہوگا، نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **"جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"** (متفق علیہ)۔

اور جو شخص زبان کی حفاظت کرلے، اس کا بدلہ جنت ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جو مجھے اپنے دونوں پیر کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں ڈاڑھ کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) کی ضمانت دیدے، تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"** (بخاری)۔

زبان جسم میں بہت چھوٹی چیز ہے، لیکن بہت مفید اور بسا اوقات بہت نقصان دہ چیز بن جاتی ہے، اسی لیے نبی ﷺ اس کے شر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور یہ دعا کیا کرتے تھے: **"اے اللہ میں اپنی زبان کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"** (ابوداؤد)۔

آپ ﷺ اپنے صحابہ اور امت پر اس کا خوف کھاتے تھے، سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا ڈر ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا: **اِس کا۔**" (ترمذی)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اِس سے بہت زیادہ ڈرا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان نکالی اور فرمایا: "اس زبان نے مجھے مہلک کھائی میں ڈالا ہے۔" اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر یہ کہا کرتے تھے: "تمہاری بربادی ہو، یا تو تم اچھی بات کہو کہ کامیاب ہو جاؤ، یا بری بات سے خاموش رہو تو محفوظ رہوگے، ورنہ پھر جان لو کہ تمہیں ضرور شرمندگی اٹھانی پڑے گی"۔

زبان دنیا اور آخرت دونوں کے لیے بہت خطرناک چیز ہے، اسی زبان نے نہ جانے کتنی قوموں کی زندگیوں کو تباہ وبرباد کردیا! عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "زبان سے زیادہ کسی چیز کو لمبی

مدت تک قید میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ بسا اوقات انسان کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اسے ہلاک کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی سے مفلسی کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: ہم اس شخص کو مفلس کہتے ہیں جس کے پاس درہم ودینار اور مال ودولت نہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن ڈھیر ساری نماز، روزے اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا، لیکن اس کی حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگایا ہوگا، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، لہذا کبھی اس کو اُس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا، تو کبھی اُس کو اُس کی نیکیاں دی جائیں گی، پھر اگر ان سب کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اُن سب کے گناہوں کو لے کر اس کے اوپر ڈال دیا جائے گا، پھر اسے جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔" (مسلم)۔ اور ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ "کون سی چیز انسان کو سب سے زیادہ جہنم میں داخل کرے گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔" (ترمذی)۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: "بسا اوقات انسان کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن وہی بات اسے مشرق ومغرب کے درمیان کی دوری کے برابر جہنم میں ڈال دیتی ہے۔" (متفق علیہ)۔

زبان کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کو پکارے، اور اسے اللہ کا شریک وہمسر بنائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَـٰفِلُونَ ﴾

(اور اس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے اُن معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اُس کی پکار کو نہ سن سکیں گے، اور اُن کی فریاد وپکار سے یکسر غافل ہیں۔) [الأحقاف: ۵]۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جس شخص کی موت اس حال میں ہوئی کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔"**(بخاری)۔

اللہ ہی تنہا انعام واکرام کرنے والا ہے، شرک میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان نعمتوں کی نسبت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"اللہ تعالی**-حدیث قدسی میں-**فرماتا ہے: میرے کچھ بندوں نے مجھ پر ایمان کے ساتھ صبح کی، اور کچھ بندوں نے کفر کے ساتھ صبح کی، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی تو اس نے مجھ پر ایمان لایا، اور ستاروں کی طاقت کا انکار کیا، اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی تو اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔"**(متفق علیہ)۔

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے والا مزید خوف اور کمزوری کا شکار ہوتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾

(اور یہ کہ انسانوں میں سے بعض لوگ جنوں کے بعض افراد کی پناہ لیتے تھے، تو انھوں نے اِن جنوں کے کبر و سرکشی کو اور بڑھا دیا۔)[الجن:٦]۔

قولی شرک کی ایک مثال یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی قسم کھائے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر یا شرک کیا۔"**(مسلم)۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: **"جس نے جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی دین کی جھوٹی قسم کھایا، تو وہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اس نے کہا ہے۔"**(بخاری)۔ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"**(ابوداؤد)۔

اللہ تعالی ہی کے لیے مطلق طور پر کمالِ (بادشاہت) ہے، اور جو شخص اللہ کے مخصوص ناموں کو اپنے لیے اختیار کرے گا تو اللہ تعالی اسے ذلیل ورسوا کرے گا، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"اللہ تعالی کے نزدیک ذلیل ترین نام یہ ہے کہ کوئی انسان اپنا نام شہنشاہ رکھے، حالانکہ اللہ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں ہے۔"**(متفق علیہ)۔

اللہ تعالی ہی تمام امور کا مالک ہے، لہذا غیر اللہ کی مشیئت کو اللہ سبحانہ وتعالی کی مشیئت کے ساتھ

یکساں طور پر لفظی یا معنوی کسی بھی اعتبار سے نہیں جوڑا جا سکتا، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"تم اس طرح سے نہ کہو: جو اللہ اور فلاں چاہے، بلکہ اس طرح کہو: جو اللہ چاہے، پھر جو فلاں چاہے۔"** (احمد)۔

تقدیر اللہ تعالی کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے، اور اس پر ایمان لانا ایمان کا ایک رکن ہے، اس لیے اِس طرح کے جملے کہنے سے بچیں کہ: **اگر میں ایسا کیا ہوتا تو ایسا ہو جاتا، کیونکہ "اگر" کا لفظ شیطان کیلیے دروازہ کھولتا ہے۔** (مسلم)۔

زبان کے ذریعے اللہ کی تقدیر پر ناراضگی جتانا دورِ جاہلیت کا شیوہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"نوحہ کرنے والی اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اُسے اِس طرح سے کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تار کول کا کپڑا اور خارش کا خُود ہو گا۔"** (مسلم)۔

اللہ تعالی ہی دن ورات کو بدلتا اور اس کی تدبیر کرتا ہے، اس لیے زمانے کو برا بھلا کہنا ایمان کے منافی اور اُسے کمزور کرنے کا سبب ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"اللہ تعالی نے فرمایا: ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے، اور میں ہی زمانہ ہوں، میں ہی رات اور دن کو بدلتا ہوں۔"** (متفق علیہ)۔

جو شخص اللہ سے سوئے ظن رکھے، اور مخلوق کو اس کی رحمت سے مایوس کرے تو ایسا کر کے وہ اللہ تعالی کی وعید کا شکار ہوتا ہے، بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ایک گنہ گار شخص سے کہا: **"اللہ کی قسم! اللہ تعالی فلاں شخص کو کبھی نہیں بخشے گا، تو اللہ تعالی نے کہا: یہ کون شخص ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا، جاؤ میں نے فلاں شخص کو بخش دیا، اور تمہارے اعمال کو ضائع و برباد کر دیا۔"** (مسلم)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اس نے ایک ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا و آخرت کو برباد کر دیا۔"، **"اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو گیے، تو وہی ان لوگوں میں سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہوتا ہے"**۔ (مسلم)۔

علمِ غیب صرف اور صرف اللہ پاک کے لیے خاص ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُ﴾

(آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب

کی باتیں نہیں جانتا ہے۔)[النمل:٦٥]۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جو شخص کسی کاہن کے پاس آئے اور اس سے کوئی بات پوچھے، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔"**(مسلم)۔

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"جو شخص کسی کاہن یا جیوتشی کے پاس جائے، اور اس کی بات کی تصدیق کرے، تو گویا کہ اس نے اُس شریعت کا انکار کیا جو نبی ﷺ پر اتاری گئی ہے۔"**(احمد)۔

اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان بغیر علم کے اللہ کے بارے میں کوئی بات کہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾

(آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے تمام ظاہر وپوشیدہ بدکاریوں کو اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کر دیا ہے، اور یہ (بھی حرام کر دیا ہے) کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے، اور یہ بھی کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔)[الأعراف:٣٣]۔

دین کا مذاق اڑانے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾

(آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اُڑاتے تھے، اب (جھوٹی) معذرت نہ پیش کرو، تم لوگ ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہو گیے ہو۔)[التوبہ:٦٥-٦٦]۔

جھوٹ قبیح ترین گناہ، سب سے بڑا عیب اور ہر برائی کی جڑ ہے، اور یہ نفاق کی علامت ہے، فرمان نبوی ہے: **"جھوٹ فسق وفجور کا راستہ ہموار کرتا ہے، اور فسق وفجور جہنم تک لے جاتا ہے، انسان مسلسل**

جھوٹ بولتا رہتا، اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں اس کا شمار جھوٹوں میں ہو جاتا ہے"۔(متفق علیہ)

سب سے قبیح جھوٹ وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں بولا جائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴾

(اور آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے (دنیا میں) اللہ پر افترا پردازی کی تھی، ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کیلئے ٹھکانہ نہیں ہے؟)[الزمر:٦٠]۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جس نے جان بوجھ کر میری جانب جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈ لے۔"**(متفق علیہ)۔

جس نے جان بوجھ کر کسی گزرے ہوئے معاملے میں جھوٹی قسم کھائی، تو وہ ایسی جھوٹی قسم ہے جو اسے جہنم میں ڈال دے گی، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جس نے کسی مسلمان کے مال کو ناحق ہڑپنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا۔"**(متفق علیہ)۔

جھوٹے نسب کا دعوی کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"اگر کوئی شخص جان بوجھ کر خود کو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت کرے تو وہ کافر ہے، اور جو شخص خود کو کسی ایسی قوم کی جانب منسوب کرے جو اس کے نسب میں نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈ لے۔"**(متفق علیہ)۔

جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلادوں**، آپ نے یہ بات تین باری دہرائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا، ضرور اے اللہ کے

رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا**، پھر آپ بیٹھ گیے، اس سے پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ نے فرمایا: **دھیان سے سن لو، اور جھوٹ بولنا**، راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ بات بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم لوگوں نے دل میں کہا کہ اے کاش! آپ چپ ہو جاتے۔" (متفق علیہ)۔

"ایک مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔" (مسلم)،

"اور یہ بھی کبیرہ گناہ میں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے، صحابہ کرام نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟! تو آپ ﷺ نے فرمایا: **ہاں، اس طرح سے کہ وہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے، تو جواب میں وہ آدمی بھی اُس کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے، تو وہ بھی اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"** (متفق علیہ)۔

پاکباز اور گناہوں سے بے خبر مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا ہلاکت کا سبب ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ٱلۡغَٰفِلَٰتِ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ
لُعِنُواْ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ﴾

(جو لوگ پاک دامن، گناہوں سے بے خبر، مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ بے شک دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، اور ان کیلیے بڑا عذاب ہے۔) [النور: ٢٣]۔

بہتان یہ ہے کہ انسان کسی بے گناہ شخص پر ایسی چیز کا الزام لگائے جو اس نے نہیں کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَن يَكۡسِبۡ خَطِيٓـَٔةً أَوۡ إِثۡمٗا ثُمَّ يَرۡمِ بِهِۦ بَرِيٓـٔٗا فَقَدِ ٱحۡتَمَلَ بُهۡتَٰنٗا وَإِثۡمٗا مُّبِينٗا﴾

(اور جو شخص کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے گا، اور اُسے کسی بے گناہ پر ڈال دے گا تو وہ بہتان اور کھلے گناہ کا مرتکب ہوگا۔) [النساء: ١١٢]۔

غیبت یہ ہے کہ: **"آپ اپنے بھائی کا ذکر اس انداز سے کریں جو اسے ناگوار گزرے۔"** (مسلم)، اور

یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾

(اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟۔)[الحجرات:۱۲]۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "اللہ تعالی نے جس طرح مردار کے گوشت کو حرام کیا ہے، اسی طرح غیبت کو بھی حرام کیا ہے"۔

لوگوں کے درمیان چغل خوری کرنا زبان کی بہت بڑی آفت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۞ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۞ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾

(اور آپ ہر زیادہ قسم کھانے والے ذلیل انسان کی بات نہ مانیں، جو عیب جوئی کرنے والا، چغلی کھانے والا، بھلائی کے کاموں سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور بدکار ہے۔)[القلم:۱۰-۱۲]۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"**(متفق علیہ)۔

یحیی بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جادوگر سال بھر جتنی چیزوں کو بگاڑ نہیں پاتا چغل خور ایک گھنٹے میں اس سے زیادہ بگاڑ دیتا ہے"۔

"مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور ہے۔"(متفق علیہ)، **"کوئی شخص جب کسی کو فسق یا کفر کا الزام دیتا ہے، تو اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے تو وہ الزام لگانے والے پر لوٹ جاتا ہے۔"**(بخاری)۔

"مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے"(متفق علیہ)، اگر کسی نے ایسے شخص پر لعنت کی جو اس کا حقدار نہیں ہے تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔ **"مومن بہت لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا"** (احمد)، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"بہت زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو سفارش کرسکیں گے اور نہ دوسروں پر گواہ بنائے جائیں گے۔"**(مسلم)۔

اللہ کے مخلوق کا مذاق اڑانا کبر وغرور میں شمار ہوتا ہے، اور **"ایک مسلمان کے برا ہونے کیلیے یہی کافی**

ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"(مسلم)،ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِۖ بِئۡسَ ٱلِٱسۡمُ ٱلۡفُسُوقُ بَعۡدَ ٱلۡإِيمَٰنِۚ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اُڑائے، ممکن ہے کہ جن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے وہ مذاق اُڑانے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں، ممکن ہے کہ جن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے، وہ مذاق اُڑانے والیوں سے بہتر ہوں، اور تم اپنے مسلمان بھائیوں پر طعنہ زنی نہ کرو، اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے نہ پکارو، ایمان لانے کے بعد مسلمان کو برا نام دینا بڑی بُری بات ہے، اور جو ایسی بدزبانی و بداخلاقی سے تائب نہیں ہوں گے، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"[الحجرات:۱۱]۔

"**یہ چیزیں جاہلیت کی علامت ہیں: حسب نسب پر فخر کرنا اور کسی کے نسب پر طعن کرنا**"۔ (طبرانی)۔

اسلام میں جس طرح زندہ لوگوں کو گالی دینا حرام ہے اسی طرح مردہ لوگوں کو گالی دینا بھی حرام ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "**مردہ لوگوں کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ اپنے اعمال کے سپرد ہو چکے ہیں۔**" (بخاری)۔ یہاں تک کہ اسلام نے ہوا، بخار اور چوپایوں کو بھی گالی دینے سے بھی منع کیا ہے۔

کھلے عام برائی کرنے والا اپنے اوپر اللہ تعالی کی پردہ پوشی کو تار تار کرتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "**میری امت کا ہر شخص معاف کردیا جائے گا، سوائے ان لوگوں کے جو کھلے عام برائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔**"(متفق علیہ)۔

ایک مسلمان اللہ کی رضامندی کی خاطر اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے، لیکن احسان جتلانے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، اور احسان جتلانے والے سے اللہ تعالی قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، نہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا، اور نہ ہی اسے پاک کرے گا۔

مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع کیا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"تم میں سے کوئی شخص مسلسل لوگوں سے مانگتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہو گا۔"** (متفق علیہ)۔

جو شخص باطل پر جھگڑتا ہے تو اللہ تعالی اس سے ناراض ہو جاتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔"** (مسلم)۔

گھروں کی سلامتی ان کے رازوں کی حفاظت کرنے میں پوشیدہ ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے براوہ شخص ہو گا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے، اور اس کی بیوی اس سے ہم بستری کرتی ہے، پھر وہ اپنے راز کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا ہے۔"** (مسلم)۔

فضول بات کرنے سے لغزش کا امکان بڑھ جاتا ہے، اور اللہ تعالی **"قیل وقال"** کو ناپسند کرتا ہے، (متفق علیہ)، **"آدمی کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں سے گریز کرے۔"** (احمد)۔ سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو لایعنی باتیں کرے گا وہ سچ بولنے سے محروم ہو جائے گا۔" امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر مکلف انسان کو چاہیے کہ وہ تمام باتوں سے اپنی زبان کی حفاظت کرے، اور صرف ایسی بات کہے جس میں مصلحت ہو"۔

اے مسلمانو!

زبان کو روکے رکھنا اور اس پر کنٹرول رکھنا تمام بھلائیوں کی بنیاد ہے، جس نے اپنی زبان پر قابو پالیا اس نے اپنے معاملات کو درست و مضبوط کر لیا، اور **"جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات یافتہ ہو گیا"** (احمد)، اور بندہ جب تک خاموش رہتا ہے محفوظ رہتا ہے، اور جب بولتا ہے تو اسے یا تو ثواب ملتا ہے یا گناہ ملتا ہے، اور جو اپنی بات کو عمل میں شمار کرے گا وہ لایعنی باتوں سے پرہیز کرے گا۔

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔)

﴿لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

(ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے، سوائے اس آدمی (کی سرگوشی) کے جو کسی صدقہ یا بھلائی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے، اور جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا، تو ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔) [النساء: ۱۱۴]۔

اللہ تعالی ہمارے اور آپ کے لیے قرآن کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور اس کی توفیق واحسان پر ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو آپ پر، آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

اے مسلمانو!

خیر و بھلائی کے بہت سارے راستے ہیں، اور جس نے پنی زبان پر کنڑول کر لیا اس نے ان تمام راستوں پر کنڑول کر لیا، نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: **"کیا میں تمہیں تمام چیزوں کی کنجی کے بارے میں نہ بتلادوں؟!** میں (معاذ) نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا: **تم اِس کو روکے رکھو،** میں ی (معاذ) نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہم جو بات کرتے ہیں اُس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہو گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **تمہاری ماں تمہیں گم کردے، اے معاذ! زبان کی وجہ سے ہی لوگ اپنے چہروں کے بل** - یا یہ کہا کہ - **ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔"** (احمد)۔

انسان کی پہچان اس کی دو چھوٹی چیزوں یعنی دل اور زبان کے ذریعے ہی ہوتی ہے، ان دونوں کی بہتری یا خرابی پر بندے کی بہتری یا خرابی کا انحصار ہے، کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو جائے، اور اُس کا دل اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو جائے، دل ہانڈی کی طرح ہے جس میں وہی چیز ابلتی ہے جو اس میں ہوتی ہے، اور زبان اس کے چمچ کی طرح ہے، جب بندہ بات کرتا ہے تو اس کی زبان وہی چیز نکالتی ہے جو دل میں ہوتی ہے، اس لیے اپنے دل کو خیر و بھلائی کی آماجگاہ بناؤ تا کہ تمہاری زبان سے خیر ہی نکلے۔

پھر جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

صدق وسچائی[1]

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر اپنی طاقت وقدرت سے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا، میں اس بزرگ وبرتر ذات کی اسی طرح حمد بیان کرتا ہوں جیسے شکر گزار بندے بیان کرتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود بر حق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ سچا بادشاہ ہے اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، سچے اور امانتدار ہیں، لوگوں میں جن کی بات سب سے سچی ہے، جن کا عمل سب سے خالص ہے اور جو سب سے زیادہ عہد وپیمان کا پاس ولحاظ کرنے والے ہیں، اللہ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر درود وسلام نازل فرمائے جو ہدایت کے چراغ اور دین کی علامت ہیں۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو، سب سے مضبوط کڑا اللہ کا تقوی ہے، تقوی ہی اولین وآخرین کے لیے اللہ کی وصیت ہے اور یہی قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے۔

مسلمانو!

بے شک اللہ تعالی نے ہی انسان کو کمزور پیدا کیا ہے، عدم سے وجود میں لایا ہے، جہالت کے بعد علم سے نوازا ہے، اسے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور قوتِ نطق وگویائی سے ممتاز کیا ہے، انسان اسی نطق کے ذریعہ اپنی حاجت بیان کرتا ہے اور اپنے دل کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرتا ہے، یہی رفعت وقربت اور ہمت وحوصلہ کا مظہر ہے، جو حق بات کرے گا اسے کامیابی اور رفعت حاصل ہوگی اور جو باطل سے اپنی زبان کو آلودہ کرے گا، ہلاکت وبد بختی اس کا مقدر ہوگی۔

---

(۱) یہ خطبہ مسجد نبوی میں بروز جمعہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ ہجری میں پیش کیا گیا۔

سچ بولنا انسان کے اوصاف کریمانہ اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے، یہی باعزت زندگی کی اساس اور امت کی تعمیر و ترقی اور معاشرے کی سعادت کی سب سے اہم بنیاد ہے۔

اللہ نے اس سے آراستہ ہونے کا حکم دیا ہے اور اسے حاملینِ وحی اور مبلغینِ رسالت کا ایک اہم وصف قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾

(اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کر، بیشک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے۔)[مریم: ۴۱]۔

اسماعیل علیہ السلام کے بارے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾

(اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی۔)[مریم: ۵۴]۔

نیک لوگ سچائی سے آراستہ ہوتے ہیں اور وفادار مومنین اس سے متصف ہوتے ہیں جن کی روح غلاظت سے پاک، جن کے دل زنگ سے صاف اور جن کے نفوس گھٹیا اور قابل حقارت شی سے بلند ہوتے ہیں۔

سچ بولنا امت کی سعادت اور اس کے پاکیٔ باطن کی نشانی ہے، بلکہ یہ خیر و بھلائی کا سرچشمہ ہے، نبی مصطفی ﷺ کا فرمان ہے: **"تم سچ بولنے کو لازم پکڑو۔ بلاشبہ سچ نیکوکاری کا راستہ بتلاتا ہے اور نیکوکاری یقیناً جنت میں پہنچادیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور کوشش سے سچ پر قائم رہتا ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔"** (متفق علیہ)۔

یہ سخت جھگڑے کے وقت حکم ہے، ضیاعِ حقوق کے وقت گواہ ہے اور گھٹاٹوپ تاریکی میں چراغ ہے۔

مسلمانو!

نبی ﷺ نے سچ بولنے پر ابھارا ہے، کیوں یہی اخلاق کا پیش خیمہ اور محرک ہے، یہ سچ بونے والے کی بلندیٔ مقام کی علامت ہے، اسی سے انسان نیکوکاروں کے درجات تک پہنچتا ہے اور تمام شروں سے نجات پاتا ہے، اسی طرح برکت بھی اس سے مربوط ہوتی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"بائع اور مشتری کو اختیار ہے (بیع کو توڑنے کا یا اس کو باقی رکھنے کا) جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں، پس اگر ان دونوں نے (بیع وشراء کرتے ہوئے) سچ بولا اور صاف صحیح بیان کیا تو ان دونوں کی بیع وشراء میں برکت دی جائے گی اور اگر ان دونوں نے جھوٹ بولا اور چھپایا (یعنی سودے یا قیمت کے عیوب کو بیان نہ کیا) تو ان کی اس بیع وشراء میں برکت ختم کردی جائے گی۔"** (متفق علیہ)۔

یہی وجہ ہے کہ آپ پائیں گے کہ اپنے معاملات میں سچ بولنے والے آدمی کا رزق کشادہ ہوتا ہے، اس کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے اور وہ شرف وبلندی کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔

سچے انسان کی بات سے دوست ودشمن سب مطمئن ہوتے ہیں، وہ مال وجائداد، حقوق اور راز کے سلسلے میں قابل اعتماد ہوتا ہے، اگر اس سے کوئی غلطی یا لغزش ہو جائے تو اس کی سچائی ہی سفارشی ہوتی ہے جس کی بات قبول کی جاتی ہے، جبکہ جھوٹے انسان پر ذرہ برابر اعتماد نہیں ہوتا، اس کی بات قبول نہیں کی جاتی ہے، گرچہ وہ سچ بھی بولے، کیا آپ نے اللہ کا وہ فرمان نہیں پڑھا جبکہ یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا:

﴿ ٱرۡجِعُوٓاْ إِلَىٰٓ أَبِيكُمۡ فَقُولُواْ يَٰٓأَبَانَآ إِنَّ ٱبۡنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدۡنَآ إِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَمَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حَٰفِظِينَ ۞ وَسۡـَٔلِ ٱلۡقَرۡيَةَ ٱلَّتِي كُنَّا فِيهَا وَٱلۡعِيرَ ٱلَّتِيٓ أَقۡبَلۡنَا فِيهَاۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ۞ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ أَنفُسُكُمۡ أَمۡرٗاۖ فَصَبۡرٞ جَمِيلٌۖ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَأۡتِيَنِي بِهِمۡ جَمِيعًا ﴾

(تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جی! آپ کے صاحب زادے نے چوری

کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے، ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمالیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں۔ (یعقوب علیہ السلام) نے کہا یہ تو نہیں، بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی، پس اب صبر ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچادے۔)[یوسف: ۸۱-۸۳]۔

ان کی اس سچی بات کو ان کی اس پہلی جھوٹی بات نے باطل قرار دیا جب کہ انہوں نے حضرت یوسف کے بارے میں کہا:

﴿ فَأَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ ﴾

(پس اسے بھیڑیا کھا گیا۔)[یوسف:۱۷]۔

مسلمان پر واجب ہے کہ کائنات میں اپنے مقام کو پہچانے، دنیا میں اپنی قدر و منزلت کا ادراک کرے اور بڑے لوگوں کے اخلاق سے آراستہ ہو؛ جب بولے تو سچ بولے، جب معاملہ کرے تو اخلاص کے ساتھ کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرے اور جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔

سچ کم بولنا اور جھوٹ زیادہ بولنا ایک آفت ہے، جب یہ آفت معاشرہ میں سرایت کر جائے تو معاشرہ کی سلامتی کے ستونوں کو منہدم کر دیتی ہے، اس کے استحکام کی بنیاد کو ڈھا دیتی ہے اور معاشرہ کے افراد کے چین و سکون کو بے چینی میں اور سعادت کو شقاوت میں بدل دیتی ہے۔

جس معاشرہ کے افراد جھوٹ بولتے ہیں وہاں زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

مسلم معاشرہ کی ترقی وخوشحالی اور اس کے افراد کی سلامتی اور چین و سکون اس بات پر موقوف ہے کہ معاشرہ کے افراد کے درمیان راستی وسچائی عام ہو۔

آج بعض مسلمانوں پر تاریک مادیت کا غلبہ ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس دنیاوی زندگی میں اپنے مقام کو بھول چکے ہیں، اپنے مقصد تخلیق سے کوسوں دور ہو چکے ہیں اور جھوٹی موہوم امیدوں کے لیے

نفرت آمیز اخلاق اور قابل مذمت آداب اپنانے پر مصر ہیں۔

قرآن کریم نے کچھ قوموں کے ایسے ظن وگمان کے پیچھے بھاگنے کی مذمت کی ہے جس نے ان کے قلب وجگر کو خرافات سے بھر دیا تھا اور ان کے حال اور مستقبل کو جھوٹی امیدوں سے برباد کر دیا تھا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـٔٗا﴾

(حالانکہ انہیں اس کا علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم (گمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔)[النجم:۲۸]۔

سچے انسان کی گواہی، دوسروں کے لیے احسان ہوتی ہے، اس کا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا معاملہ نفع بخش ہوتا ہے، جو اپنے کام میں سچا ہوتا ہے وہ ریا ونمود سے دور ہوتا ہے، اس کی نماز، زکاۃ، روزہ، حج اور علم ودعوت سب ایک اللہ کے لیے ہوتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ احسان کے ذریعہ دھوکہ وفریب نہیں دینا چاہتا اور نہ ہی کسی انسان سے بدلہ اور شکر گزاری کا متمنی ہوتا ہے۔

اقوال افعال میں سچا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گفتار کردار کے موافق ہو اور کردار گفتار کے مطابق ہو۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے مختلف علوم ومعارف کے حامل تمام طبقات کو سچ بولنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ علما جو دین اسلام کی تبلیغ میں وارثین انبیا ہیں وہ اپنے سچے اقوال وافعال کے ذریعہ صالح نمونہ بنیں اور اپنے علم اور دین پر عمل پیرا ہوں، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَٰكِن كُونُواْ رَبَّٰنِيِّـۧنَ بِمَا كُنتُمۡ تُعَلِّمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمۡ تَدۡرُسُونَ﴾

(بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔)[آل عمران:۷۹]۔

وہ پر امید تاجر جو اپنی تجارت میں بابرکت منافع کی امید رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ سچ بولے،

جھوٹ اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے سامان کی تشہیر نہ کرے، ایسا کرنا منافع کو ختم اور برکت کو زائل کردیتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"تاجر قیامت کے دن گنہگار کی حیثیت سے جمع کئے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ سے ڈرتا رہا، نیکی کرتا اور سچ بولتا رہا۔"** (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)۔

تاجر بار بار جھوٹ بولنے سے گنہگار ہوتا ہے، فرمان نبوی ہے: **"اور جھوٹ گناہ کی طرف راہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم کو لے جاتا ہے"۔** (متفق علیہ)۔

مختلف مراتب اور متنوع اعمال ومناصب پر مامور ملازمین پر واجب ہے کہ وہ صدق وراستی کو لازم پکڑیں، ایسے دعوے نہ کریں جنہیں حقائق جھٹلائے اور صورت حال تصدیق نہ کرے، حوصلے جتنے بلند ہوتے ہیں، اثر ورسوخ جتنے وسیع ہوتے ہیں اور ذمہ داریاں جتنی گوناگوں ہوتی ہیں اسی قدر راستی وسچائی واجب ہوتی ہے، فرمان نبوی ہے: **"سنو! تم میں کا ہر شخص نگراں ہے، تم میں کا ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا ذمہ دار ہے۔"** (متفق علیہ)۔

ہر کام، ہر معاملہ اور ہر فیصلہ میں راستی وسچائی کو اختیار کرنا اور لازم پکڑنا ایک مسلمان کے اخلاق کا ایک مضبوط ستون ہے، کیوں کہ ایمان کی بنیاد راستی وسچائی پر ہے اور نفاق کی بنیاد جھوٹ پر ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے بتلایا ہے کہ بروز قیامت انسان کو سچائی کے علاوہ کوئی چیز نفع نہیں پہنچائے گی اور نہ اسے اللہ کے عذاب سے بچائے گی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ ٱلصَّٰدِقِينَ صِدْقُهُمْ﴾

(یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا)، [المائدۃ:۱۱۹]۔

لہذا گفتگو میں، ارادہ ونیت میں، عمل میں اور تمام معاملات میں راستی وسچائی کو لازم پکڑیں۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ ان کا داخل ہونا اور نکلنا سچائی پر مبنی ہو، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَقُل رَّبِّ أَدۡخِلۡنِي مُدۡخَلَ صِدۡقٖ وَأَخۡرِجۡنِي مُخۡرَجَ صِدۡقٖ وَٱجۡعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلۡطَٰنٗا نَّصِيرٗا ﴾

(اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔)، [الإسراء: ۸۰]۔

اپنے خلیل حضرت ابراہیم کی دعا نقل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَٱجۡعَل لِّي لِسَانَ صِدۡقٖ فِي ٱلۡأٓخِرِينَ ﴾

(اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ)، [الشعراء: ۸۴]۔

اپنے بندوں کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِندَ رَبِّهِمۡۗ ﴾

(جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر و مرتبہ ملے گا) [یونس: ۲]۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلۡمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٖ وَنَهَرٖ * فِي مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِندَ مَلِيكٖ مُّقۡتَدِرِۭ ﴾

(یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہونگے راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔)[القمر: ۵۵]۔

یہ پانچ امور ہیں: داخل ہونا، نکلنا، زبان، قدم اور بیٹھنا، ان سب میں سچائی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے جوڑنے والی اور اللہ تک پہنچانے والی سچائی ہو، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے اقوال وافعال للہ وفی اللہ ہوں۔

اس اعلی راستی وسچائی پر اسلام کی پہلی جماعت سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاربند تھے، انھوں نے اپنی سچائی سے تاریکیوں کو روشن کیا اور اسی کی بدولت تمام قوموں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے، یہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، آپ ان تین حضرات میں

سے ایک ہیں جو اس جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان پر زمین کشادگی کے باوجود تنگ پڑ گئی تھی اور خود ان کی زندگی ان پر تنگ ہو گئی تھی، اس کے باوجود انہوں نے سچ بولا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: "**اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔** انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا: **نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے**، پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔ اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس اللہ کی قسم! جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا، پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا"۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴾

(اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہو)، [التوبہ: ۱۱۹]۔

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام مخلوقات کو پالنے والا، رازوں کو جاننے والا، نیتوں اور پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہے، میں اس پاک ذات کی حمد بجالاتاہوں اس بات پر کہ اس نے ہمیں بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں، اور اس کا شکر ادا کرتاہوں اس بات پر کہ اس نے ہمیں نوع بنوع جود وسخا سے محظوظ کیا ہے۔

میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ پاک اور سلامتی والا بادشاہ ہے۔ اور میں گواہی دیتاہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، سب سے بہتر رسول اور سب سے کامل امام ہیں، اللہ تعالی آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیش بے شمار سلامتی ورحمت نازل فرمائے۔

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور یہ جان لو کہ سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے، نئی نئی چیزوں سے بچو، بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو، کیوں کہ اللہ کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت کے اوپر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔

اللہ کے بندو!

مذکورہ بالا اخلاق وآداب جنہیں اسلام صالحیت اور اصلاح کی غرض سے دلوں میں پیوست کرتا ہے، ان کے ساتھ ساتھ کچھ خامیاں اور برے عادات واطوار بھی ہیں جن سے اسلام برسرپیکار ہے، جہاں انسان کے قدم پھسل جاتے ہیں اور یہی نفس انسانی کی اخلاقی پستی کے اسباب ہیں، جن میں سرفہرست دروغ گوئی اور کذب بیانی ہے، یہ سب سے بدترین خامی اور سب سے گھٹیا صفت ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ

وَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَـٰذِبُونَ ﴾

(جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔ یہی لوگ جھوٹے ہیں)[النحل:۱۰۵]۔

اللہ نے جھوٹ کو بت پرستی کے ساتھ جوڑا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فَٱجۡتَنِبُواْ ٱلرِّجۡسَ مِنَ ٱلۡأَوۡثَـٰنِ وَٱجۡتَنِبُواْ قَوۡلَ ٱلزُّورِ ﴾

(پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے)، [الحج: ۳۰]۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ کذب بیانی چالاکی، ذہانت اور حسنِ تعامل کی ایک قسم ہے، بلکہ یہ قابل شخصیت کی خصوصیات میں سے ہے، یہ کیسی سوچ ہے؟ یہ تو محض گھٹیا صفت ہے، یہ گناہوں کی بنیاد اور ہر طرح کی برائی کی جڑ ہے، جھوٹ بولنے والے کے دل میں فساد وبگاڑ گھر کر چکا ہوتا ہے، یہ بزدلی اور کمزوری کی علامت اور نفاق کی نشانی ہے۔ فرمان نبوی ہے:

"چار چیزیں ہیں: جس شخص میں وہ موجود ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب اسے امانتدار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔" (متفق علیہ) اور مسلم میں یہ اضافہ ہے: **"گرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور یہ دعوی کرے کہ وہ مسلمان ہے۔"**

اللہ اکبر! جھوٹ کی وجہ سے کتنے حقوق برباد ہوئے اور کتنی حرمتیں پامال ہوئیں، جھوٹ کی وجہ سے کتنے رشتے کٹ گئے اور عداوت ودشمنی کی کتنی آگ بھڑکی۔ بلاشبہ جھوٹا انسان اپنی کذب بیانی سے معاشرہ کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے اور من گھڑت باتوں اور غلط مفروضوں کے ذریعہ جماعت کو توڑ دیتا ہے۔

کذب بیانی کاروبار کی ناکامی اور حقوق کے ضائع ہونے کا ایک بڑا سبب ہے، جھوٹ انسان کی عزت

وکرامت کواہانت میں بدل دیتا ہے اور آدمی کے شرف ومرتبہ کوملیامیٹ کر دیتا ہے، یہ قبیح ترین گناہ اور بدترین عیب ہے، یہ ذلت، بدطینتی اور بددینی ہے، جس چیز کی اتنی خرابیاں ہوں اس میں ملوث آدمی کو چالاک کیسے کہا جاسکتا ہے؟

ایسا آدمی اگر حکم دے یا منع کرے تو اس کی مخالفت کریں اور اس کی بات نہ مانیں، ارشاد باری ہے:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ﴾

(جھوٹ بولنے والوں کی بات مت مانو)[القلم:۸]

اگر وہ قریب آئے تو اس سے دور ہونا چاہیے، اگر وہ دور ہو تو اس سے بچنا چاہیے، اس کی روح زہریلی ہے، اس کا دل سیاہ ہے۔ جو سچ بولنے سے اعراض کرے گا وہ جھوٹ اور گمراہی کے دلدل میں گرے گا۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور قول وفعل میں سچائی کو لازم پکڑو؛ دنیا وآخرت کی خیر وبھلائی سے سرفراز ہو جاؤ گے۔

اخیر میں یاد رہے کہ اللہ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

شکر گزاری[1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

امابعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقوی دل کا نور اور آخرت کے لیے ذخیرہ ہے۔

مسلمانو!

بلاشبہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر بڑی بڑی نعمتیں کی ہیں اور انہیں بڑے بڑے انعامات واحسانات سے نوازا ہے، فرمان نبوی ہے: **"اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن ورات مسلسل خرچ کرنے سے بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔"** (متفق علیہ)۔

وہی رزق تقسیم کرتا ہے، وہی بخششوں کی بارش کرتا ہے، وہی جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو نعمتوں سے بھی آزماتا ہے جس طرح مصائب سے آزماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَنَبْلُوكُم بِٱلشَّرِّ وَٱلْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۲۳ شوال ۱۴۲۳ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤگے)[الأنبیاء:۳۵]۔

ان سب کا عطا کرنے والا اللہ ہے، نعمت کا فتنہ مصیبت کے فتنے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، صاحب نعمت کے لیے صبر کرنا و شکر بجالانا ضروری ہے، فقر وفاقہ اور غنی ومالداری دونوں فتنہ اور آزمائش کی سواری ہیں، اللہ کے اوامر ونواہی اور قضاو قدر کے باب میں انسان کے لیے صبر کرنااور شکر بجالانا ضروری ہے، تقوی ان ہی دونوں چیزوں (صبر وشکر) پر موقوف ہے، اللہ پاک نے شکر کو ایمان کے ساتھ ذکر کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ مَّا يَفْعَلُ ٱللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ ﴾

(اللہ تعالی تمہیں سزادے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو۔)[النساء: ۱]

اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ بتلایا ہے کہ شکر گزاری ہی اس کی تخلیق اور اوامر کی غرض وغایت ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَٱللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا
وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾

(اللہ تعالی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔)[النحل:۷۸]۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی رضامندی بھی شکر گزاری میں رکھی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِن تَشْكُرُوا۟ يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾

(اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔)[الزمر:۷]۔

اللہ نے دن اور رات کو تدبر و تفکر اور شکر گزاری کے لیے پیدا کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوۡ أَرَادَ شُكُورًا ﴾

(وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔ یہ نشانیاں اس شخص کے لیے ہیں جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار ہونا چاہتا ہو۔)[الفرقان: ٦٢]۔

اور اس کے بندے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، ایک شکر گزار اور دوسرا ناشکرا، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾

(ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔)[الإنسان: ٣]۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے بتلایا ہے کہ اس کی عبادت وہی کرتا ہے جو اس کا شکر بجالاتا ہے اور جو اس کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اس کے عبادت گزار بندوں میں سے نہیں ہے، اللہ تعالی نے دنیا والوں کے لیے سب سے پہلے بھیجے گئے رسول کی شکر گزاری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوحٍۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَبۡدًا شَكُورًا ﴾

(اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کر دیا تھا، وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔)[الإسراء: ٣]۔

اللہ تعالی نے اپنے بندہ حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ نبوت ورسالت اور کلام الہی سے سرفراز ہونے پر شکر ادا کرے، ارشاد باری ہے:

﴿قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنِّى ٱصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى ٱلنَّاسِ بِرِسَٰلَٰتِى وَبِكَلَٰمِى
فَخُذۡ مَآ ءَاتَيۡتُكَ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴾

(ارشاد ہوا اے موسیٰ! میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو۔)، [الأعراف: ١٤٤]۔

اپنے خلیل حضرت ابراہیم کی نعمتوں پر شکر گزاری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۞ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ﴾

(بیشک ابراہیم پیشوااور اللہ تعالٰی کے فرمانبردار اور ایک طرفہ مخلص تھے۔ وہ مشرکوں میں نہ تھے۔ اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے شکر گزار تھے)[النحل: ۱۲۰]۔

شکر بجالانے کا حکم آلِ داود علیہ السلام کو بھی دیا، ارشاد باری ہے:

﴿ ٱعْمَلُوٓا۟ ءَالَ دَاوُۥدَ شُكْرًا ﴾

(اے داؤداس کے شکریہ میں نیک عمل کرو)، [سبأ: ۱۳]۔

سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ وہ اللہ کا شکر گزار بن جائیں، ارشاد باری ہے:

﴿ رَبِّ أَوْزِعْنِىٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَىَّ ﴾

(اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر۔)[النمل: ۱۹]۔

اور ہمارے رسول محمد ﷺ کو شکر بجالانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعْبُدْ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴾

(بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔)[الزمر: ٦٦]۔

اور لقمان کو بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا، ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا لُقْمَٰنَ ٱلْحِكْمَةَ أَنِ ٱشْكُرْ لِلَّهِ ﴾

(اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالٰی کا شکر کر۔)[لقمان: ۱۲]

سب سے پہلی وصیت جو ہمارے رب نے انسان کو کی وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے، ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ إِلَىَّ ٱلْمَصِيرُ ﴾

(تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

[لقمان:١٤]

اِسی شکر کا حکم تمام انبیا نے اپنی اپنی قوم کو دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿فَٱبۡتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزۡقَ وَٱعۡبُدُوهُ وَٱشۡكُرُواْ لَهُۥٓ﴾

(تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو۔)

[العنکبوت:١٧]

نشانیوں اور عبرتوں سے شکر گزار انسان ہی نصیحت پکڑتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَشۡكُرُونَ﴾

(اس طرح ہم دلائل بھی طرح طرح سے بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں۔)

[الأعراف:٥٨]

اللہ نے ہم پر نعمتوں کی بارش کی ہے تاکہ ہم اس کی حمد وثنا بیان کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ﴾

(اور تم کو نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔)[الأنفال:٢٦]

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اسی کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے معاذ! قسم اللہ کی! مجھے تم سے محبت ہے۔اے معاذ! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا ہر گز ترک نہ کرنا: "اللَّهُم أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ، وحُسنِ عِبَادتِك" اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہتر انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔"(اسے ابو داود نے روایت کیا ہے)۔

بندے کی افضل دعاؤں میں وہ دعا بھی شامل ہے جس میں وہ اپنے رب سے اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کی توفیق مانگے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "میں نے افضل دعا کے سلسلے میں غور و فکر

کیا تو اِس دعا کو سب سے افضل پایا: (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)، (اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہتر انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔)"۔

شکر گزار لوگ ہی اللہ کی خصوصی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں اور وہی لوگ فتنہ وفساد کے وقت گھبراتے نہیں ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ ٱللَّهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى ٱللَّهُ ٱلشَّـٰكِرِينَ﴾

(اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔)[آل عمران: ۱۴۴]

جب اللہ کے دشمن ابلیس کو شکر گزاری کی قدر ومنزلت کا علم ہو گیا اور یہ پتہ چل گیا ہے کہ یہ عظیم اور اعلیٰ عباتوں میں سے ہے تو اس نے لوگوں کو اس سے الگ کرنے کو ہی اپنی تگ ودو کا مرکز بنالیا، ارشاد باری ہے:

﴿ثُمَّ لَـَٔاتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَـٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَـٰكِرِينَ﴾

(پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔)[الأعراف: ۱۷]

ہمارے نبی محمد ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے شکر گزار تھے،۔ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہیں ہو پائے، بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے تک کی نوبت آجاتی، آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیے گئے تھے۔ اس کے باوجود اتنا لمبا قیام اللیل کرتے کہ آپ کے پیر سوج جاتے اور پوچھے جانے پر فرماتے: **"کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"** (متفق علیہ)۔

داود علیہ السلام جیسا کہ حدیث میں آیا ہے **"ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے، پہلے نصف رات تک سوتے پھر تہائی رات قیام کرتے پھر باقی چھٹا حصہ سوتے۔"** (متفق علیہ)، اللہ تعالیٰ

نے ان سے فرمایا تھا:

﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا﴾

(اے داؤد! اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو۔)[سبأ:۱۳]

شکر گزاری عذاب الٰہی سے بچاتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ﴾

(اللہ تعالی تمہیں سزادے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو۔)(النساء: ۱۲۷)۔

اللہ تعالی نے لوط علیہ السلام کو شکر گزاری کی بدولت ہی عذاب سے بچایا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ * نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ﴾

(بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوائے لوط (علیہ السلام) کے گھر والوں کے، انہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دی۔ اپنے احسان سے، ہر ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔) [القمر:۳۵-۳۴]

جب قوم سبانے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا، انہیں جھٹلایا اور ان پر اللہ کی اطاعت کرنے کے بجائے اس کی نافرمانی کی، تو اللہ نے نعمتوں کو ان سے چھین لیا اور کئی طرح کے عذاب کا مزہ چکھایا، اللہ تعالی نے انہی کے بارے میں فرمایا:

﴿فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ * ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ﴾

(لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کے سیلاب (کا پانی) بھیج دیا اور ہم ان کے ہرے

بھرے باغوں کے بدلے دو (ایسے) باغ دیئے جو بد مزہ میووں والے اور (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ انھیں دیا۔ ہم (ایسی) سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں کو ہی دیتے ہیں۔) [سبأ:۱۷-۱۶]

جب باغ والوں نے —جیسا کہ سورۂ قلم میں ہے- اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور مسکینوں کو محروم رکھا تو اللہ نے ان کے پھلوں پر ایک آفت بھیج دی جس نے ان کی کھیتی کو تاریک رات کی طرح گرد اور راکھ میں بدل دیا، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: "نعمتوں پر شکر ادا کرتے رہو، کیوں کہ ایسا بہت کم ہوا کہ کسی قوم سے کوئی نعمت چھن جانے کے بعد واپس آئی ہو۔"

اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ ٱلشَّكُورُ﴾

(میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔) [سبأ:۱۳]

ہر وہ نعمت جو اللہ سے قریب نہ کرے وہ وہ زحمت ہے، شکر گزاری ہی ملی ہوئی نعمت کی محافظ اور غیر موجود نعمت کو لانے کا سبب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نعمت شکر ادا کرنے سے ملتی رہتی ہے، شکر ادا کرنے سے مزید نعمتیں ملتی ہیں اور اللہ سے ملنے والی نعمتوں کا سلسلہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوتا جب تک شکر گزاری کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔"

اگر اللہ کے پاس انسان کو قدر و منزلت حاصل ہو، پھر وہ اس کی حفاظت کرتا ہو، اس پر باقی رہتا ہو اور اللہ کی نعمت پر شکر بجالاتا ہو تو اللہ اسے اس سے بہتر مقام عطا کرتا ہے اور اگر شکر ادا نہیں کرتا ہے تو اللہ اسے مہلت دیتا ہے، حسن بصری کہتے ہیں: "بے شک اللہ تعالی نعمت سے جب تک چاہتا ہے لطف اندوز کرتا ہے اور جب شکر ادا نہیں کیا جاتا ہے تو اسے عذاب میں تبدیل کر دیتا ہے۔" اگر آپ کا رب آپ پر مسلسل نعمتیں نازل کر رہا ہے لیکن آپ مسلسل اس کی نافرمانی کیے جا رہے ہیں تو آپ کو اس سے ڈرنا چاہیے، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔)[القلم: ۴۴]

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ ان پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے اور انہیں شکر گزاری سے روک بھی دیا ہے۔"

جسے شکر گزاری کی توفیق مل جاتی ہے اسے مزید نعمتیں ملتی ہیں:

﴿تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

(اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔)[ابراھیم: ۷]

ابو قلابہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "دنیا تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی اگر تم اس پر شکر بجالاؤ"، اللہ سبحانہ وتعالی اپنے ناشکرے بندوں کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ﴾

(یقیناً انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔)[العادیات: ٦]

مسلمانو!

اللہ کی شکر گزاری اور اطاعت سے دنیا و آخرت کے دروازے وا ہوتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

(اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔)[الأعراف: ٩٦]

اللہ کا شکر دل، زبان اور اعضا و جوارح سے ادا کیا جاتا ہے، چنانچہ دل سے شکر گزاری یہ ہے کہ نعمتوں کی نسبت ان کے خالق اللہ کی طرف کی جائے، اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ ٱللَّهِ ﴾

(تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی اللہ کی دی ہوئی ہیں۔)[النحل:۵۳]

اور زبان سے شکر گزاری یہ ہے کہ احسان کرنے والے کی بکثرت حمد و ثنا بیان کی جائے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "**الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے**۔"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، حمد شکر کا سر اور اس کی ابتدا ہے اور اللہ کی جلیل القدر کتاب کی سب سے پہلی آیت بھی حمد ہے:

﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

(تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔)[الفاتحۃ:۲]

اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو اللہ کی نعمتیں بیان کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾

(اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔)[الضحی:۱۱]

اور اعضا و جوارح سے شکر گزاری یہ ہے کہ اللہ کی پسندیدہ چیزوں پر ان سے مدد لی جائے، اس کی ناپسندیدہ چیزوں اور نافرمانیوں میں ان کا استعمال نہ کیا جائے، چنانچہ آنکھ کی شکر گزاری یہ ہے کہ اس سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھا جائے اور حرمت والی چیزوں پر نظر نہ ڈالی جائے، زبان کی شکر گزاری یہ ہے کہ اس سے صرف حق بات کہی جائے اور سچ بات بولی جائے اور کانوں کی شکر گزاری یہ ہے کہ غیبت، بہتان تراشی اور حرام اشیا پر کان نہ لگایا جائے۔

اللہ تعالی نے والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ ﴾

(تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر۔)[لقمان:۱۴]

اور ان کا شکریہ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی و بھلائی کا معاملہ کیا جائے، ان کے لیے دعائے خیر کی جائے، ان کی رضامندی کے لیے لطف و محبت کا اظہار کیا جائے اور ان کے سامنے

عاجزی کا بازو جھکا دیا جائے۔اور ان کی نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بات نہ مانی جائے،ان کے حکم کے سامنے اف کہا جائے اور خلاف ورزی کی جائے نیز ان کی اطاعت کو بوجھ محسوس کیا جائے۔

سب سے کامیاب آدمی وہ ہے جو نعمتوں کو اللہ اور آخرت تک پہنچنے کا وسیلہ بنالے اور سب سے ناکام آدمی وہ ہے جو نعمتوں کو خواہش نفس اور اپنی لذتوں تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضۡلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشۡكُرُونَ﴾

(بیشک اللہ تعالی لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔)[البقرة:۲۴۳]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

امابعد، اے مسلمانو!

ہمارا رب شکر گزاری وقدر دانی کی صفت سے متصف ہے، اور اسے سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جو شکر گزاری کی صفت سے متصف ہو، اسے سب سے زیادہ ناپسند وہ بندہ ہے جو شکر گزاری کی صفت سے عاری اور ناشکری کی صفت سے متصف ہو، اللہ سبحانہ وتعالی شکر گزار ہے اور شکر گزار بندوں سے محبت کرتا ہے، اللہ کی شکر گزاری میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ اس آدمی کا شکریہ ادا کریں جس نے آپ کے ساتھ احسان کیا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "**جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔**" (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

اگر آپ کسی کے ساتھ بھلائی کریں تو اس سے شکر گزاری کا انتظار نہ کریں بلکہ اللہ سے ثواب کی امید رکھیں، اللہ نے آپ کو جو رزق دیا ہے اسی پر قناعت کریں، آپ لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار بن جائیں گے اور بکثرت اللہ کی حمد وثنا بیان کریں، کیوں کہ یہ ایک جلیل القدر عبادت ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "**ایک شکر گزار کھانا کھانے والا شخص، ایک صبر کرنے والے روزے دار کی طرح ہے۔**" (اسے حاکم نے روایت کیا ہے)۔ جو کم پر شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، ابو المغیرہ رحمہ اللہ سے جب پوچھا جاتا ہے: آپ نے کیسے صبح کی؟ تو جواب میں فرماتے: "ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور شکر ادا کرنے سے عاجز ہیں۔"، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِن تَعُدُّواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحۡصُوهَآ﴾

(اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انھیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔)[ابراھیم: ۳۴]

آدمی یا تو عافیت میں مبتلا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ اس کی شکر گزاری کیسی ہے؟ یا آفت ومصیبت میں مبتلا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ اس کا صبر کیسا ہے؟۔

اللہ کے بندو! تقوی کے ساتھ ساتھ صبر وشکر کو لازم پکڑو، تم سب سے زیادہ عبادت گزار بندوں میں شمار ہو جاؤگے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

حسنِ اخلاق [1]

یقیناً تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود و سلام نازل ہو آپ پر، آپ کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کما حقہ ڈرو اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھام لو۔

مسلمانو!

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے مختلف قسم کی عبادتیں اور بندگیاں مشروع قرار دی ہیں، اللہ نے ہمیں اور پچھلی قوموں کو ایک ایسی عبادت کا حکم دیا ہے جو انسان کو رب سے قریب کرتی ہے اور قیامت کے دن اس کے میزان کو وزنی بنائے گی، نبی ﷺ نے فرمایا: "**بروز قیامت مؤمن کے میزان میں حسن خلق سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)۔

یہ حسن خلق انسان کے درجات بلند کرتا اور اس کی نیکیوں کو بڑھاتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**بے شک انسان حسنِ اخلاق کے ذریعہ روزے دار تہجد گزار کے درجہ کو پالیتا ہے۔**" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)

حسنِ اخلاق کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے، اگرچہ معمولی اخلاق ہی کیوں نہ ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: "

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۱۳ جمادی الاولی ۱۴۳۰ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو، خواہ یہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو مومن ہو اور حسن اخلاق سے متصف ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: "**حسن اخلاق کا حامل انسان بہترین لوگوں میں سے ہے۔**" (متفق علیہ)۔

یہی حسن اخلاق لوگوں کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرائے گا؛ "رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو جنت میں سب سے زیادہ کون سا عمل داخل کرائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اللہ کا تقوی اور حسن خلق۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔ اسی حسن خلق کے ذریعہ بندے کا ایمان مکمل ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: **"مومنوں میں سب سے کامل ایمان کا حامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔**

اخلاق کے تقاضوں کو پورا کرنے والا آخرت کے دن جنت کے اعلی مقام میں ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**میں جنت کی بلندی میں ایک گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جو خوش خلق ہو۔**" (اسے ابو داود نے روایت کیا ہے۔)۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دین اخلاق کا نام ہے، جو آپ کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آیا وہ اچھے دین کے ساتھ پیش آیا۔" نبی ﷺ اپنی نماز میں اپنے رب سے دعا کیا کرتے تھے کہ وہ حسن اخلاق کو پالیں، آپ یہ دعا کرتے تھے: **"وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ۔" "تو مجھے حسن اخلاق کی ہدایت دے، حسن اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، مجھ سے اخلاق کی برائی کو پھیر دے اور اخلاق کی برائی کو تیرے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔"** (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)، ابن رجب فرماتے ہیں: "تقوی حسنِ اخلاق کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔"

جس کا اخلاق اچھا ہے وہ قیامت کے دن رسولوں سے سب سے زیادہ قریب ہوگا، نبی ﷺ نے

فرمایا: "**تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے لوگوں میں سے خوش اخلاق آدمی بھی ہوگا۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، نبی ﷺ صحابہ کرام کو اس کی وصیت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "**جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، گناہ کے بعد نیکی کرو جو گناہ کو مٹادے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، یہ حسن اخلاق اللہ کی رحمت کی بدولت جہنم سے بچائے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**جہنم سے بچو۔ خواہ آدھی کھجور ہی کسی کو صدقہ کرکے اور اگر تجھے یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کرکے ہی سہی۔**" (متفق علیہ)۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو نیک اخلاق کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "**نیک اخلاق کی تکمیل کے لیے ہی میری بعثت ہوئی۔**" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)، انبیائے کرام اچھے اور بلند اخلاق سے متصف تھے؛ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک صبر و تحمل کے ساتھ دعوت دیتے رہے، ابراہیم علیہ السلام بڑے سخی تھے، آپ کے یہاں دو مہمان آئے تو آپ اپنے اہل خانہ کے پاس گئے اور ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے، اسماعیل علیہ السلام وعدے کے بڑے سچے تھے، جو لوگ یوسف علیہ السلام کے لیے اجنبیت کی زندگی اور قید خانہ میں پڑے رہنے کا سبب بنے تھے، ان سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ﴾

(آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔) [یوسف: ۹۲]

موسی علیہ السلام "**بڑے شرم وحیا والے آدمی تھے، شرم وحیا کی وجہ سے ان کا کوئی چڑا نظر نہیں آتا تھا**" (متفق علیہ)، اور عیسی علیہ السلام اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار تھے۔

ہمارے نبی محمد ﷺ اخلاق میں سب سے کامل تھے، اللہ نے ان کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾

(اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔) [القلم: ۴]

آپ ﷺ بچپن سے لیکر پوری زندگی اخلاق کریمانہ سے آراستہ اور ہر بری خصلت سے دور رہے، ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا: "اے مخلوقات میں سب سے بہتر! تو رسول اللہ ﷺ نے تواضع اختیار کرتے ہوئے فرمایا: **وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، آپ نے کبھی کسی سائل کو نامراد واپس نہیں کیا، آپ لوگوں میں سب سے زیادہ خندہ رو تھے، جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا تبسم فرمایا۔" (متفق علیہ)، آپ سب سے زیادہ وفادار تھے، اگر کوئی صحابی بیمار پڑتے تو ان کی عیادت کرتے، اگر غائب رہتے تو ان کے بارے میں دریافت کرتے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ رحم دل تھے، جب بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تاکہ اس کی ماں پر شاق نہ گزرے۔ آپ ﷺ نرم طبیعت کے مالک تھے، جب گھر میں جاتے تو اپنی بیویوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے، آپ گھر سے نکلتے تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا رہتا تھا، لیکن کبھی زبان پر حرف شکایت نہیں لاتے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ عفو ودرگزر کرنے والے تھے، آپ کے دشمنوں نے آپ سے جنگ کی، آپ کو لہولہان کیا، لیکن جب مکہ پر فتح یاب ہوئے تو ان سے فرمایا: "**جاؤ، تم سب آزاد ہو۔**" (اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔)۔ آپ سب سے زیادہ بردبار تھے، آپ کی قوم نے آپ کو اتنی اذیت پہنچائی کہ پہاڑ کے فرشتے نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو دو پہاڑوں سے انہیں پیس دوں، لیکن آپ ﷺ حکم نہیں دیا، آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "**نرمی برتو اور سختی وفحش گوئی سے بچتے رہو۔**" (متفق علیہ)۔ آپ ﷺ نے "**کسی عورت کو یا کسی خادم کو یا کسی اور کو کبھی نہیں مارا۔**"۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

ایمان باللہ اور بلند اخلاق کی اس سیدھی راہ پر صحابہ کرام گامزن تھے، وہ نبی ﷺ کے ساتھ انتہائی اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے، عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے حال کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: "جب آپ ﷺ انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو اسے فورا بجالاتے ہیں، جب آپ بولتے ہیں تو سب کی آواز پست ہو جاتی ہے اور غایت درجہ تعظیم کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں پاتے۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے اللہ کے رسول سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور نہ میری نگاہ میں ان سے زیادہ کوئی قابل تعظیم تھا، تعظیم کی وجہ سے میں آپ کو کبھی آنکھ بھر دیکھ نہیں سکا، اگر مجھے آپ کا وصف بیان کرنے کہا جائے تو نہیں کر سکتا، کیوں کہ میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہیں۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

صحابۂ کرام آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم کرنے میں نمونہ تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابو بکر مجھ سے زیادہ بردبار اور باوقار ہیں۔"، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابو بکر ہر خیر میں مقدم ہیں۔" اور عثمان رضی اللہ عنہ اتنے باحیا تھے کہ ان سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

امابعد، اے مسلمانو!

انسان ایمان اور حسن اخلاق کے ذریعہ اپنے آپ کو جتنا باعزت بناسکتا ہے کسی اور چیز سے نہیں بنا سکتا، اور اخلاق کی بنیاد توحید ہے، جو توحید سے عاری ہے وہ کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: "اللہ کے رسول! ابن جدعان — قریش کا ایک سردار تھا- زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکین کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اسے فائدہ پہنچائے گا؟ آپ نے فرمایا: **نہیں، فائدہ نہیں پہنچائے گا، کیوں کہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے رب تو میرے گناہ کو بدلے کے دن معاف کر دینا۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

جب مسلمان قرآن کے اخلاق سے لیس ہو جائیں گے تو معاشرہ کی اصلاح ہو جائے گی اور اسوہ حسنہ واخلاق کریمانہ کی بدولت دین کے بہترین داعی بن جائیں گے۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔)

﴿ خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴾

(آپ در گزر اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں) [الأعراف: ۱۹۹]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو آپ پر اور آپ کی تمام آل واولاد اور اصحاب پر۔

اے مسلمانو!

دین میں استقامت، نرمی وخندہ روئی، بھلائی کے ساتھ عفوودر گزر، جود وسخا، فقر وفاقہ میں قناعت پسندی، کسی کی پریشانی دور کرنا، اچھی بات کرنا' سلام پھیلانا اور والدین وپڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا جیسے امور ایک مؤمن کے اخلاق میں داخل ہیں۔ ابن المبارک فرماتے ہیں: "اخلاق: خندہ پیشانی سے ملنے، بھلائی کرنے اور برائی کو روکنے کا نام ہے۔"

اللہ نے اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کیا ہے جس طرح رزق کو تقسیم کیا ہے، اور قرآن کریم مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا مجموعہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق تھا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)۔

قرآنی اخلاق سے مزین ہو کر اپنے نبی ﷺ کی پیروی کرو، صحابہ کرام کے طریقے پر گامزن ہو جاؤ اور اپنے اخلاق میں دوسروں کے لیے نمونے بن جاؤ؛ دنیا وآخرت میں سعادت وکامیابی سے سرفراز ہو جاؤ گے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

صبر و تحمل[1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اللہ سے اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے کماحقہ ڈرو اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھام لو۔

مسلمانو!

انسان ایمان اور حسن اخلاق سے بلند ہوتا ہے اور ان دونوں کی بدولت ہی اللہ کے پاس اس کا مقام ومرتبہ بڑھتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**میں خوش اخلاق آدمی کے لیے جنت کی بلندی میں ایک گھر کا ضامن ہوں۔**" (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)۔

صبر و تحمل اخلاق کی بنیاد اور کمالِ عقل وضبطِ نفس کی دلیل ہے، صبر و تحمل سے متصف آدمی بڑی شان والا ہوتا ہے، اس کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے، اس کا انجام قابل تعریف اور اس کا عمل پسندیدہ ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ایذارسانی پر صبر و تحمل کرنا اور ظلم سے درگزر کرنا دنیا وآخرت میں سب سے بہترین صفت ہے، اسی کے ذریعہ سے انسان اس درجے پر پہنچ جاتا ہے جہاں روزے اور تہجد سے نہیں پہنچ سکتا۔"

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۲۴ صفر ۱۴۳۲ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

یہی وہ صفت ہے جسے اللہ تعالی اپنے بندوں کے اندر دیکھنا پسند کرتا ہے، اللہ تعالی نے اس صفت سے متصف اہل ایمان کو مغفرت اور جنت کی خوشخبری دیا ہے:

﴿وَٱلۡكَـٰظِمِينَ ٱلۡغَيۡظَ﴾

(غصہ پینے والے لوگ)[آل عمران:۱۳۴]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی: لوگوں پر اپنا غصہ نہیں اتارتے ہیں، بلکہ وہ ان سے اپنے شر و برائی کو روک لیتے ہیں اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں۔"

اس صفت سے سب سے زیادہ انبیائے کرام متصف تھے، فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا: "صبر و تحمل اور تہجد گزاری انبیاء کے اخلاق میں سے ہے۔" اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بردباری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ﴾

(یقیناً ابراہیم بہت تحمل والے نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔)[ھود:۷۵]

اللہ نے انہیں ایک بردبار بچے کی بھی خوشخبری سنائی:

﴿فَبَشَّرۡنَـٰهُ بِغُلَـٰمٍ حَلِيمٍ﴾

(تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔)[الصافات:۱۰۱]

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی دعوت دی تو انھوں نے تکبر کرتے ہوئے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں اور ان کے بارے میں کہا:

﴿مَجۡنُونٌ وَٱزۡدُجِرَ﴾

(دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا۔)[القمر:۹]

مگر حضرت نوح ساڑھے نو سو سال تک ان کے ساتھ صبر و تحمل کے ساتھ پیش آتے رہے، حضرت موسی علیہ السلام کو ان کی قوم نے پاگل کہا، جادو کا چیلنج دیا اور انہیں قتل کرنے کی سازشیں کیں، لیکن

انھوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا:

﴿فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾

(پس جو بات انہوں نے کہی تھی اللہ نے انھیں اس سے بری فرمادیا اور اللہ کے نزدیک باعزت تھے۔)[الأحزاب:٦٩]

نبی اکرم ﷺ نے ایک نبی کے بارے میں بتلایا کہ انہیں ان کی قوم نے زدوکوب کرکے لہولہان کردیا، اس کے باوجود وہ اپنے چہرہ سے خون پوچھتے ہوئے ان کے لیے یہ دعائے خیر کرتے تھے: **"اے میرے رب! میری قوم کو معاف کردے، یہ سمجھ نہیں پاتے۔"** (متفق علیہ)۔

خود ہمارے نبی محمد ﷺ نے اپنی قوم کی طرف سے استہزا اور اذیت کا سامنا کیا، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے تھے: **"میں نے تمہاری قوم سے بڑی تکلیفیں جھیلی ہیں۔"** (متفق علیہ)۔ آپ کے پاس پہاڑ کے فرشتے آئے اور کہا: "اگر آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں سے انہیں پیس دوں؟ تو ہمارے نبی نے فرمایا: **مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی ان کی نسل سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"** (متفق علیہ)۔

ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی آپ کی چادر کو اتنا زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن میں اس کا نشان پڑ گیا اور کہا: "اے محمد! تیرے پاس اللہ کا جو مال ہے میرے لیے اس کا حکم صادر کر، آپ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور ہنس پڑے پھر اسے عطیہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔" (متفق علیہ)۔ آپ ﷺ نوکر چاکر کے ساتھ بھی صبر تحمل سے کام لیتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی، اس دوران آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا۔" (متفق علیہ)۔

نبی اکرم ﷺ نے بردباری سے متصف صحابہ کرام کی تعریف فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ نے اشج عبد القیس سے فرمایا: **"تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جنہیں اللہ تعالی پسند کرتا ہے: بردباری اور صبر۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان، نبی ﷺ کی کامل صحبت اور اخلاق کریمانہ کی

بدولت ہی دوسروں پر فائق تھے، خود صحابہ کرام نے ان خوبیوں کی گواہی دی، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"ابو بکر مجھ سے زیادہ بردبار اور باوقار ہیں۔"

اصل شجاعت وبہادری دل کی اس طاقت وقوت اور استقامت کا نام ہے جسے کسی جاہل کی جہالت اور بے وقوف کی حماقت متزلزل نہ کرسکے، مضبوط وطاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو کنٹرول کرلے اور وہ کام کرے جس میں اس کی اصلاح ہو، اور جو غصہ کے وقت مغلوب ہو جائے تو وہ کمزور ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کی تعریف کی ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر کنٹرول کرلے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**طاقتور پہلوان وہ آدمی نہیں ہے کہ کشتی کرتے وقت اپنے مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ آدمی ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔**" (متفق علیہ)۔

بے وقوف کو برداشت کرلینا اس کے رنگ میں رنگنے سے بہتر ہے اور جاہل سے تغافل برتنا جاہلانہ جواب دینے سے بہتر ہے، جس نے جاہل کو جواب نہ دیکر سکوت اختیار کیا گویا اس نے اسے مکمل جواب بھی دے دیا اور سزا بھی دے دی، ایک آدمی نے ضرار بن قعقاع رضی اللہ عنہ سے کہا: "اللہ کی قسم! اگر تم مجھے ایک گالی دوگے تو تم مجھ سے دس گالیاں سنوگے، تو ضرار نے اس سے کہا: اگر تم مجھے دس گالیاں بھی دوگے تو تم مجھ سے ایک گالی بھی نہیں سنوگے۔" ایک آدمی نے شعبی رحمہ اللہ کو گالی دی تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: "اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا تم نے کہا تو اللہ مجھے معاف کرے اور اگر میں ویسا نہیں تو اللہ تمہیں معاف فرمائے۔"

جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف فرمائے گا، ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "گناہوں کے سلسلے میں بندہ کے ساتھ وہی تعامل کیا جائے گا جو اس نے لوگوں کے ساتھ ان کے گناہوں کے سلسلے میں کیا ہے۔۔۔ کہا جاتا ہے: جیسی کرنی ویسی بھرنی، جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا، جو اپنے بھائی کو اس کے ساتھ برائی کرنے کے باوجود معاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کرے گا، جو عفو ودرگزر سے کام لے گا اللہ اس کے ساتھ بھی عفو ودرگزر سے کام لے گا اور جو گن گن کر بدلہ لے گا اللہ بھی اس کی غلطیوں کو گنے گا۔"

غصہ اخلاق واعمال اور عقل و مروت کو برباد کردیتا ہے، ابن المبارک سے کہا گیا: "حسن اخلاق کو ایک جامع کلمہ کے ذریعہ بیان فرمادیں، توانھوں نے فرمایا: غصہ کرنا چھوڑ دیں۔"

غصہ نہ کرنا نبی اکرم ﷺ کی وصیت بھی ہے، ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آکر کہتا ہے: مجھے وصیت کیجیے، تو آپ ﷺ نے کہا: **غصہ نہ کرنا**، اس نے بار بار نصیحت طلب کی اور ہر بار آپ نے کہا: **غصہ نہ کرنا**، (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)، وہ آدمی کہتا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت پر غور وفکر کیا تو میں نے پایا کہ غصہ اپنے اندر تمام برائیوں کو سموئے ہوا ہے۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

غصہ کے وقت عقل کم ہو جاتی ہے، پھر یہ کم عقلی یاوہ گوئی اور کتمانِ حق کا سبب بنتی ہے، نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: **(وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الحَقِّ فِي الرِّضَا وَالغَضَبِ)**۔ (اے اللہ! میں تجھ سے خوشی اور ناراضگی میں حق گوئی کا سوال کرتا ہوں۔)، (اسے نسائی نے روایت کیا ہے)، یہ غصہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کا معاملہ کرنے سے روکتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"غصہ کی حالت میں کوئی قاضی دو آدمی کے درمیان ہرگز فیصلہ نہ کرے۔"** (متفق علیہ)۔

غصہ کی وجہ سے کبھی کبھی انسان اپنے بعض مال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے۔۔۔، ایک انصاری کی اُونٹ پر بیٹھنے کی باری آئی، اُس نے اُونٹ کو بٹھایا، پھر اُس پر سوار ہوا، پھر اُس کو چلانے لگا، اُونٹ نے اس کے ساتھ کچھ شوخی کی، اُس نے اونٹ سے کہا: چل، - اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: **اپنے اونٹ کو لعنت کرنے والا یہ کون شخص ہے؟** اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اِس اونٹ سے اُتر جاؤ، ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو، اپنے آپ کو بد دعا نہ دو، نہ اپنی اولاد کو بد دعا دو، اور نہ اپنے اموال کو بد دعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو جس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کی جائے، اور وہ دعا قبول ہو**

جائے۔"(اِسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

ابن رجب فرماتے ہیں: "یہ اس بات پر دال ہے کہ غصہ وَر آدمی کی دعا قبولیت کی گھڑی پالے تو قبول ہو سکتی ہے، نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دال ہے کہ غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو، اپنے اہل و عیال اور مال و جائداد کو بد دعا نہیں دینی چاہیے۔"

جب انسان غصہ میں ہوتا ہے تو وہ ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کا اسے پتہ نہیں ہوتا اور ایسا کام کر ڈالتا ہے جس پر اسے افسوس ہوتا ہے، چنانچہ وہ اپنے والدین کی نافرمانی کرنے یا اپنے رشتے توڑنے، یا اپنی بیوی کو طلاق دینے یا اپنا رزق چھوڑنے، یا ساتھیوں سے قطع تعلق کرنے یا دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے یا تہمت، گالی گلوچ اور فحش گوئی جیسی حرام باتیں کرنے اور مختلف قسم کے ظلم و سرکشی کے بعد کف افسوس ملتا ہے، جس کی وجہ سے غم، وحشت، حزن و ملال اور تنہائی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غصہ کی حالت میں سرزد ہونے ولی غلطیوں کی وجہ سے اس پر حد نافذ کی جائے، یا اسے تعزیزی سزا دی جائے، یا آخرت میں سزا بھگتنی پڑے۔

نبی اکرم ﷺ نے غصہ ہونے والے شخص کو ایسے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو اس کے غصے کو ٹھنڈا کر دے، چنانچہ آپ ﷺ نے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ شیطان غصہ اور سرکشی کا سبب ہے، نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو غصہ سے تلملائے ہوئے دیکھا جس کا چہرہ لال ہو چکا تھا، تو آپ نے فرمایا: "**مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اگر وہ «أعوذ بالله من الشيطان» (میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔**"(متفق علیہ۔)، آپ ﷺ نے غصہ کی حالت میں «أعوذ بالله من الشيطان». کے علاوہ دیگر بات کرنے سے منع کیا ہے، فرمان نبوی ہے: "**جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو چپ ہو جائے۔**" (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔ اگر اس کے قریب پانی ہو تو وضو کر لے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**غصہ شیطان کے سبب ہوتا ہے، اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، لہٰذا تم**

میں سے کسی کو جب غصہ آئے تو وضو کرلے۔"، آپ ﷺ نے برہم شخص کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جس حالت میں ہو اس سے الگ ہو کر دوسری حالت میں آجائے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے، اب اگر اس کا غصہ رفع ہو جائے (تو بہتر ہے) ورنہ پھر لیٹ جائے۔" (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔)۔

گالی گلوچ سے بچنا عزت نفس اور بلند ہمتی میں داخل ہے اور جاہلوں سے اعراض کرنا دین وآبرو کی حفاظت کا باعث ہے، مومنوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلۡجَـٰهِلُونَ قَالُواْ سَلَـٰمٗا﴾

(اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔) [الفرقان: ۱۹۹]

جسے غصہ آئے اسے یہ ضرور یاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اس کے ساتھ کس طرح صبر و تحمل کا معاملہ کرتا ہے، اور اسے اللہ کی سزا سے خوف کھانا چاہیے، کیوں کہ اس پر اللہ جتنا قادر ہے وہ لوگوں پر اتنا قادر نہیں ہے، نیز غصہ جس ندامت و حسرت کا سبب بنتا ہے اسے یاد کرے، عداوت، انتقام اور اس کی مصیبت پر دشمنوں کے ہنسنے جیسے انجام بد سے ڈرے، ایک مومن عفوودرگزر کے اجروثواب پر یقین رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دنیا اس لائق نہیں ہے کہ اس پر غصہ کیا جائے۔

جو صبر و تحمل سے لیس نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صبر و بردباری پر آمادہ کرے، احنف کا قول ہے: "میں بردبار نہیں ہوں، لیکن بردبار بننے کی کوشش کرتا ہوں۔"، اگر آدمی غصہ اور اس کے دباؤ کی مخالفت کرے اور اس کے لیے خوب کوشش کرے تو غصے کی برائیاں اس سے رفع ہو جائیں گی۔

أعوذ باللّٰه من الشّيطان الرّجيم

(میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔)

﴿خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَـٰهِلِينَ﴾

(آپ در گزر اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں، اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔) [الأعراف: ۱۹۹]

اللہ تعالی میرے اور آپ سب کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

جو بردباری کا بیج بوئے گا وہ امن وسلامتی کا پھل کاٹے گا، غصہ کے وقت ہی بردباری کا پتہ چلتا ہے، بہترین آدمی وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی اسے چھوڑ دے اور بدترین آدمی وہ ہے جو جلدی غصہ ہو جائے اور دیر سے غصہ ٹھنڈا ہو۔

دانش مند وہ ہے جو اگر غصہ بھی ہو جائے تو غصہ اسے غلط وباطل چیز میں داخل نہ کر سکے اور اگر راضی ہو جائے تو رضامندی اسے حق سے نہ نکال سکے۔

جلد بازی سے بچو! اگر تم جلد بازی کروگے تو اپنے حصے سے ہاتھ دھو بیٹھوگے، اپنے وبیگانے سب کے لیے نرم وخوش اخلاق بن جاؤ۔

عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو لوگوں کے غیظ وغضب سے بچالے، ان کا مذاق اڑا کر، یا ان کا استہزا کرکے یا ان کی حیثیت کو کم کرکے، یا ان کے مال ودولت پر دست درازی کرکے، یا غیبت یا بہتان تراشی یا افتراپردازی کے ذریعہ ان کی عزت وآبرو میں ہاتھ ڈال کر اپنے خلاف ان کے غصہ کو نہ بھڑکائے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

جود وسخاوت [1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور خلوت وسرگوشی میں اس کی نگرانی کا خیال دل میں تازہ رکھو۔

مسلمانو!

اللہ سبحانہ وتعالی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، وہ اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال میں مطلق طور پر کامل ہے، اس کے خوبصورت نام حسن وجمال کے آخری درجہ پر ہیں اور اس کی صفات انتہائی اعلی اور جلیل القدر ہیں۔

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام "کریم" ہے جس کے معنی سخی وفیاض کے ہیں، ہم نے اس سے جو مانگا ہمیں عطا کیا اور بن مانگے بھی ہمیں خوب نوازا، جب بندہ اس کے دربار میں اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو انہیں خالی وناکام لوٹاتے ہوئے اللہ کو شرم آتی ہے۔

اس کا دروازہ ہر پکارنے والے کے لیے کھلا ہوا ہے، اس کا رزق اور رزق کے خزانے بندوں کے لیے

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۶ رجب ۱۴۳۱ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

جاری وساری ہیں، عطاو بخشش سے ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن ورات مسلسل خرچ کرنے سے بھی اس میں کوئی کمی نہیں آتی**،" اور فرمایا: "**تمہیں پتہ ہے اللہ تعالی زمین وآسمان کی تخلیق سے لگاتار خرچ کر رہا ہے؟ پھر بھی اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔**" (متفق علیہ)۔

وہ سخی ہے، مانگنے والوں سے قریب ہے، ضرورتیں طلب کرتے وقت اس کے اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾

(جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔)[البقرة:١٨٦]

اپنے بندوں کو ان کی تمناؤں سے زیادہ عطا کرتا ہے، حدیث قدسی میں ہے: "**میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔**" (متفق علیہ)۔

اللہ نے اپنے بندے کو دعا کے وقت مانگنے میں بخالت کرنے سے منع کیا ہے، بلکہ اللہ سے جتنا چاہے سوال کرے، اس کی عطا و بخشش بہت زیادہ ہے، اس لیے اپنی ساری حاجتیں اس کے پاس رکھ دو، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی تم میں سے دعا کرے تو یوں نہ کہے: یااللہ! مجھ کو بخش دے اگر تو چاہے، بلکہ مطلب حاصل ہونے کا یقین رکھ کر مانگے اور جو چاہے مانگے، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک کوئی بات بڑی نہیں جس کو وہ دے۔" (متفق علیہ)۔

اللہ سبحانہ کی کتاب بھی بڑی فیاض وبابرکت ہے:

﴿ إِنَّهُ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ ﴾

(کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے۔)[الواقعة:٧٧]

جواس کی تلاوت کرتااوراس پر عمل کرتاہے اللہ اسے عزت سے نوازتاہے۔

نیکیوں کے باب میں اللہ تعالی معمولی نیک عمل پر بہت زیادہ بدلہ دیتاہے:

﴿مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾

(جو شخص نیک کام کرے گااس کواس کے دس گنا ملیں گے۔)[الأنعام:١٦٠]

اس سے بھی زیادہ جسے چاہتاہے عطا کرتاہے،اور"**جوایک نیکی کاارادہ کرتاہے لیکن نیکی نہیں کرپاتا ہے تواس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔**"(متفق علیہ)،جولوگ اس مختصر زندگی میں اس کی اطاعت کرتے ہیں انہیں آخرت میں دائمی نعمتیں عطاکرے گااورانہیں اپنے چہرہ کادیدار کرائے گا۔

سخاوت انسان کی ایک قابل تعریف صفت،اس کے دل کی پاکی اور باطن کی طہارت کی نشانی ہے، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فضائل کی بنیاد: علم، دینداری اور سخاوت وبہادری ہے۔" یہ خیر وبھلائی والی خصلت ہے، یہ صفت جس مومن کے اندر بھی ہوتی ہے اسے بلند کردیتی ہے، نبی ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے ابتدائی ایام ہی میں (صحابہ کرام کو) اس کی ترغیب دی: "**اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھاناکھلاؤ،لوگوں کے سونے کے وقت نمازپڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤگے۔**" (اسے ترمذی روایت کیاہے)۔

سخاوت ایک عبادت ہے اور میزان میں سب سے وزنی حسن اخلاق ہوگا، حسن بصری فرماتے ہیں: "حسن اخلاق جودوسخاوت کانام ہے۔" ہردن صبح کودوفرشتے اترتے ہیں: "**ایک فرشتہ تو یہ کہتاہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کواس کابدلہ دے۔اوردوسراکہتاہے کہ اے اللہ! روک کررکھنے والے کے مال کوہلاک فرما۔**"(متفق علیہ)۔

اس عبادت کواداکرنے والا مسلمان قابل رشک ہوتاہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**حسد(رشک) کرنا صرف دوہی آدمیوں کے ساتھ جائزہوسکتاہے۔ایک تواس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیااوراسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اوروہ اپنی حکمت کے مطابق درست فیصلے کرتاہے اورلوگوں کواس کی تعلیم دیتاہے۔**"(متفق علیہ)۔

اللہ سبحانہ وتعالی علم والا ہے اور علم والوں سے محبت کرتا ہے، وہ سخی ہے اور سخاوت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، وہ احسان کرنے والا ہے اور احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، سخاوت باکمال لوگوں کی صفت اور نیک لوگوں کی خصلت ہے، انسانوں میں سب سے مکرم اللہ کے انبیا ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانوں کی شکل میں بشارت لے کر آئے، -انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں- ان کی خوب تکریم کی، ان کے لیے ایک فربہ بچھڑا ذبح کیا اور گرم لوہے پر بھون کر ان کے سامنے بہ عجلتِ تمام پیش کیا:

﴿فَمَا لَبِثَ أَن جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيذٖ﴾

(اور بغیر کسی تاخیر کے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے۔)[ھود:۶۹]

حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ نے سخاوت کی صفت سے موسوم کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَجَآءَهُمۡ رَسُولٞ كَرِيمٌ﴾

(یقیناً اُن سے پہلے ہم قوم فرعون کو (بھی) آزما چکے ہیں جن کے پاس (اللہ کا) باعزت رسول آیا۔) [الدخان:۱۷]

نبی ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "**سخی، سخی کے فرزند، سخی کے پوتے اور سخی کے پرپوتے ہیں۔**" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

ہمارے نبی محمد ﷺ سب سے بڑے سخی اور سب سے بہترین عطا کرنے والے تھے، آپ کا دل سخی تھا، آپ کا ہاتھ فیاض تھا، کسی بھی چیز کے مانگنے پر آپ نے کبھی "نہ" نہیں کہا، ایک آدمی نے آپ سے بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ مانگا جو ایک وادی کو بھر دے تو آپ نے اسے اتنا بڑا ریوڑ عطا کیا، وہ اپنی قوم کے پاس آکر کہنے لگا: "اے میری قوم! اسلام قبول کرلو، بے شک محمد اتنا کچھ دیتے ہیں کہ پھر فقر کا ڈر نہیں رہتا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔ آپ ﷺ ایک چادر پہنے ہوئے تھے، ایک آدمی نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی چادر ہے' یہ مجھے پہنا دیجئیے، تو آپ نے اسے وہ چادر دے دی۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

آپ کے پاس مال آتے تھے اور آپ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کردیتے تھے، غزوہ حنین میں آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو ایک سو اونٹ دیے، پھر ایک سو دیے پھر ایک سو دیے' صفوان کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا کچھ دیا، آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھے، آپ مجھے عطا کرتے گئے، عطا کرتے گئے یہاں تک کہ اب آپ میرے نزدیک سب سے محبوب بن گئے ہیں۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، آپ ﷺ کے پاس بحرین سے بہت زیادہ مال آیا—رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والے مال میں یہ سب سے زیادہ تھا- آپ نے فرمایا: "**اسے مسجد میں بکھیر دو**، اتنے میں حضرت عباس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے دیجیے، میں نے اپنی اور عقیل کی جان چھڑائی ہے، آپ نے کہا: لے لیجیے، وہ اپنے کپڑے میں مال بھرنے لگے، پھر اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اٹھا نہیں سکے، تو اس میں سے کچھ نکال دیا اور پھر اپنے کاندھے پر اٹھا کر نکل پڑے۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)۔

اگر آپ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہوتا تو اسے بھی اللہ کی رضا کے حصول میں خرچ کرڈالتے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔**" (متفق علیہ)۔ آپ کی سخاوت ہی تھی کہ مال آنے سے پہلے ہی دینے کا وعدہ کرلیتے تھے، آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: "**اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا دوں گا۔**" (متفق علیہ)، ابن رجب کہتے ہیں: "نبی ﷺ اتنا عطا کرتے تھے جس سے قیصر وکسری جیسے بادشاہ بھی عاجز تھے۔"

ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد سب سے زیادہ سخی ان کے بے مثال ساتھیوں کی جماعت تھی، نبی ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمر آدھا مال اور ابوبکر پورا مال لیکر آگئے، حضرت عثمان نے تنگ دست لشکر کو تیار کیا جس پر نبی ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "**آج کے بعد سے عثمان کو کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔**" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک

مہمان لیکر آئے تو ان کی بیوی نے کہا: "ہمارے پاس تو صرف اپنے بچوں کا کھانا بچا ہے۔" تو انہوں نے کہا: "تم کھانا تیار کرو، چراغ جلاؤ اور اگر بچے کھانا چاہیں تو انہیں سلا دو، اس نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور اپنے بچوں کو سلا دیا، پھر وہ چراغ درست کرنے کے بہانے کھڑی ہوئی اور اسے گل کر دیا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ وہ دونوں ساتھ میں کھا رہے ہیں، دونوں بھوکا پیٹ سوئے رہے، جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: **گزشتہ رات تم دونوں کے عمل سے اللہ تعالی نے تعجب کیا یا مسکرایا۔**" (متفق علیہ)۔ "ابن عمر اس وقت تک نہیں کھاتے جب تک اپنے ساتھ کسی مسکین کو نہ کھلاتے۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)۔

سخاوت کے مختلف دروازے ہیں، اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی احسان و بھلائی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**اللہ تعالی جب تم میں سے کسی کو مال عطا کرے تو وہ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں سے شروع کرے۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، بیوی اور بچوں کی ضرورتیں پوری کرنا سخاوت کی بہترین راہ ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے غلام کی آزادی کے لئے خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کیا، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کیا۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، "**جب کوئی مسلمان اپنے اہل و عیال پر نیکی کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔**" (متفق علیہ)۔

سخاوت اور وفاداری کی قبیل سے یہ بھی ہے کہ والدین کے دوست کی تکریم کی جائے اور پڑوسی کی تکریم تو ایمان کا حصہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔**" (متفق علیہ)، اچھے پڑوسی ہونے کی علامت یہ ہے کہ پڑوسیوں کو کھانا بھیجا جائے اور انہیں اپنے کھانے میں شریک کیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**جب شوربا بناؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، مہمان کی خاطر داری مروت اور اخلاق کریمانہ کا حصہ ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان**

رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔"(متفق علیہ)۔

جس کے پاس مال وزر نہیں ہے تو اس کی بول چال اچھی ہونی چاہیے، کیوں کہ اچھی بات سخاوت میں شامل ہے اور بخشش وعطا کی ایک قسم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**آدھی کھجور ہی سے سہی جہنم سے ڈرو، اگر وہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعہ۔**"(متفق علیہ)۔ دوسروں کے غموں اور پریشانیوں کو دور کرنا بھی جود وسخا میں داخل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**ہر بھلائی صدقہ ہے۔**"(متفق علیہ)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تھوڑا دینے میں شرم محسوس نہ کرو، کیوں کہ کچھ نہ دینا اس سے کم تر ہے، اور زیادہ دینے میں بزدلی مت دکھاؤ، کیوں کہ تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے۔"

سب سے کریمانہ عمل وہ ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو اور سب سے زیادہ سخی وباعزت آدمی وہ ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہو، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ﴾

(اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔)[الحجرات:١٣]

نبی ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے مکرم آدمی کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **سب سے مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو۔**"(متفق علیہ)

اس لیے مالی سخاوت سے آراستہ ہو جاؤ، اپنی ذات، جاہ وعزت اور مال کے اعتبار سے سخی بن جاؤ اور اپنے رب کی اطاعت وبندگی کرتے رہو، کامیاب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

﴿وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ يُوَفَّ إِلَيۡكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ﴾

(تم جو کچھ مال خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائیگا۔)

[البقرۃ:٢٧٢]

اللہ قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

سخاوت عیوب کو چھپادیتی ہے، یہ دین کے محاسن میں سے ہے، یہ اللہ کے ساتھ حسن گمان کی دلیل ہے اور یہ فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان ایک معتدل خصلت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾

(اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔)[الفرقان:٦٧]

اصل سخی وباعزت تو وہ ہے جسے اللہ اطاعت کے ذریعہ سخی بنادے' گرچہ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، اور ذلیل وہ ہے جسے اللہ معصیت کی وجہ سے ذلیل کردے، گرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، اس لیے سخاوت کرنے کی کوشش کریں اور اس سے آراستہ ہو جائیں، کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے رب کی خیر وبرکت سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

اخیر میں یہ جان لیں کہ اللہ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

وفاداری[1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھام لو۔

مسلمانو!

انسان اللہ کی عبادت اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے درجہ کمال کو پہنچتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو بلند امور کو اپنانے کا حکم دیا ہے اور گھٹیا امور سے منع کیا ہے، اور وفاداری معاشرے کی تعمیر اور زندگی کے استقرار کی بنیاد ہے، یہ اخلاق کریمانہ کا ایک حصہ اور نیک لوگوں کی ایک صفت ہے، وفاداری یہ ہے کہ فضل واحسان کا اعتراف کیا جائے اور احسان یا تعاون کرنے والے کو اچھا بدلہ دیا جائے۔

سب سے عظیم عہد جس کو پورا کرنا واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ کیا گیا عہد ہے، بایں طور کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا جائے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ﴾

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۲۵ محرم ۱۴۳۲ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔)[البقرۃ:۴۰]

اوراس عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے انبیائے کرام تھے،اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَإِبْرَٰهِيمَ ٱلَّذِى وَفَّىٰٓ ﴾

(اور وفادار ابراہیم (علیہ السلام)۔)[النجم:۳۷]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"یعنی ان کے لیے جتنی چیزیں مشروع تھیں سب کو پورا کیا اور ان پر عمل کیا،-ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔"

اورایک عظیم وفاداری یہ ہے کہ نبی ﷺ کی اطاعت، اتباع اور اقتدا کے ذریعہ ان کے ساتھ وفاداری کا ثبوت پیش کیا جائے،اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾

(اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو،اور جس سے روکے رک جاؤ۔)[الحشر:۷]

وفاداری باکمال لوگوں کی صفت ہے اور نفس کی بلندی اوراچھے اخلاق کی دلیل ہے،لوگوں میں سب سے وفادار اللہ کے رسول وانبیاہیں،حضرت موسی نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے حق کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا کہ ان کو رسالت میں ان کا شریک بنادے:

﴿وَٱجْعَل لِّى وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِى ۞ هَٰرُونَ أَخِى ۞ ٱشْدُدْ بِهِۦٓ أَزْرِى ۞ وَأَشْرِكْهُ فِىٓ أَمْرِى ﴾

(اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے۔یعنی میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) کو۔تو اس سے میری کمر کس دے۔اوراسے میرا شریک کار کردے۔)[طہ:۲۹-۳۲]

ہمارے نبی محمد ﷺ نے ان کے ساتھ وفاداری کی جنھوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچانے میں ان کی مدد کی تھی،ہجرت سے پہلے مطعم بن عدی نے مشرکین کو منع کردیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا وتکلیف پہنچائیں،توآپ ﷺ نے ان کے اس احسان کا لحاظ رکھتے ہوئے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا: **"اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان ناپاک لوگوں کی سفارش کرتے تو میں ان کی سفارش سے**

انہیں چھوڑ دیتا۔"(اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)۔

آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی وفاداری کیا کرتے تھے، ابو بکر صحابہ میں سب سے افضل ہیں، انہوں نے نبی ﷺ کی اپنی جان ومال سے مدد کی، وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ آپ کی صحبت میں رہتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "**اگر میں اپنی امت کے کسی انسان کو جگری دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا، لیکن وہ میرے اسلامی بھائی اور ساتھی ہیں۔**"(متفق علیہ)۔

نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ کے دن قریش کے پاس مکہ بھیجا، ان کے لوٹنے میں تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بیعت کرنے کا حکم دے دیا، لوگوں نے بیعت کی اور حضرت عثمان نے اسلام کی جو خدمت کی تھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "**نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عثمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے۔** یہ فرماکر آپ ﷺ نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے) اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ چنانچہ حضرت عثمان کے لئے نبی اکرم ﷺ کا دستِ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے اچھا تھا۔"(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، آپ ﷺ نے شہداءِ احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال کے بعد نماز پڑھی گویا آپ نے انہیں الوداع کہا۔ (متفق علیہ)۔ آپ نے ایک کالی لونڈی کی قبر کے پاس نماز جنازہ پڑھی جو مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی، اور جب انصار نے مہاجرین کی مدد کی تو نبی ﷺ نے ان کے لیے اور ان کی آل واولاد کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "**اے اللہ! انصار کو، انصار کی اولاد کو اور انصار کے پوتوں کو معاف فرما۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

جس صحابی نے بھی نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھلائی کی نبی ﷺ نے انہیں اس کا بدلہ دیا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**کسی کا ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جسے میں نے چکانہ دیا ہو سوائے ابو بکر کے، کیونکہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ ہی دے گا۔**"(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد بھی صحابہ کرام کی محبت کا خیال رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "**میرے ساتھیوں کو گالی نہ دو، میرے ساتھیوں کو گالی نہ دو، قسم ہے اس ذات کی جس**

کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے مد یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، آپ کی وفاداری آپ کی امت کو بھی حاصل ہوگی' یہ اس وقت جب کہ حشر کا ہولناک منظر برپا ہوگا' آپ نے فرمایا: "**ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، تو ہر نبی نے جلدی سے دنیا ہی میں اپنی دعا پوری کرلی، اور میں نے اپنی دعا کو چھپا کر اپنی امت کی شفاعت کے لئے رکھ چھوڑا ہے، تو میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا رہا۔"** (متفق علیہ)۔

وفاداری کے اس عظیم اخلاق پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عمل پیرا رہے، جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی تو ابو بکر نے صحابہ کرام سے کہا: "جس شخص سے نبی ﷺ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو یا نبی ﷺ پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ جابر کہتے ہیں: میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: **اگر بحرین سے مال آگیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا۔** پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے دونوں ہاتھ بھر کر مجھ کو عطا فرمایا، میں نے اس کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اسی طرح دو مرتبہ اور لے لو۔" (متفق علیہ)۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد سخت حاجت کے باوجود بھی اسامہ بن زید کے لشکر کو روانہ کیا اور فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کام بھی کرتے دیکھا ہے اسے ضرور و کروں گا۔"

صحابہ کرام نے ابو بکر کے پہلے پہل اسلام قبول کرنے کی فضیلت اور ان کے مقام و مرتبہ کو محفوظ رکھتے ہوئے بالاتفاق ان کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابو بکر نے عمر کے اُس مقام و مرتبہ کا خیال رکھا جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا کیا تھا، نبی ﷺ یہ بکثرت کہا کرتے تھے: "**میں، ابو بکر اور عمر آئے، میں، ابو بکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابو بکر اور عمر نکلے۔**" چنانچہ ابو بکر نے اپنے بعد عمر کو خلافت کی ذمہ داری سونپ دی۔

والدین کے ساتھ وفاداری بھی بڑی اہم ہے، انہوں نے آپ کی راحت کے لیے پریشانیاں اٹھائیں،

آپ کی نیند کے لیے اپنی نیند کو قربان کیا، آپ کی زندگی کے لیے آپ کے والد نے کدو کاوش کی، آپ کی ماں نے آپ کو مشقت اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر آپ کو جنا، مخلوقات کے حقوق میں جو اول درجہ کا فرض ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا﴾

(اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔) [الإسراء: ۲۳]

ان کے ساتھ وفاداری کا تقاضا ہے کہ ان کے لیے دعا کی جائے:

﴿وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا﴾

(اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔) [الإسراء: ۲۴]

گناہ کے علاوہ دیگر امور میں ان کی فرماں برداری کی جائے، ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ان کے دلوں میں خوشی و مسرت داخل کی جائے، ان کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اپنی محنت کا ثمرہ اپنی اولاد پر دیکھیں یعنی اولاد نیک اور سیدھی راہ پر گامزن رہیں اور ان کی وفاداری میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے دوستوں کی عزت کی جائے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک دیہاتی کا گزر ہوا تو ابن عمر نے اس سے کہا: "کیا تم فلاں بن فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو ابن عمر نے اسے ایک گدھا عطا کیا اور کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ، اور ایک پگڑی بھی دیا اور کہا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو، اس پر ان کے کسی ساتھی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ نے اس دیہاتی کو گدھا دے دیا جس پر سوار ہو کر آپ راحت حاصل کرتے تھے، اور پگڑی بھی دے دی جسے اپنے سر پر باندھتے تھے، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

ایک عظیم ترین نیکی آدمی کا اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کے دوست واحباب کے ساتھ حسن سلوک

کرنا ہے"۔اور اس کا باپ عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

وفاداری کا تعلق میاں بیوی کے آپسی معاملات سے بھی ہے، ایک عظیم عقد نے دونوں کو اکٹھا کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾

(اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد وپیمان لے رکھا ہے۔)[النساء:۲۱]

خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے اپنے مال کے ذریعہ نبی ﷺ کے ساتھ ہمدردی کی اور ان کے عہد وپیمان کی حفاظت کی، انہیں سے بچے پیدا ہوئے، عورتوں میں وہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں، وہی نزول وحی کے وقت آپ کی ثابت قدمی اور عزم وحوصلہ کا ذریعہ بنیں، وہ اپنی پوری زندگی اپنی شوہر کے لیے بہترین بیوی بن کر رہیں، ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہر ممکن طریقے سے آپ ﷺ کی خوشی کا خیال رکھتی رہیں اور ان سے کبھی کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو آپ کی ناراضگی کا سبب بنے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں ان کی وفاداری کا اس سے بہتر بدلہ دیا، آپ ﷺ نے ان کے ہر احسان کا شکر ادا کیا اور ان کی وفات کے بعد انہیں بکثرت یاد کرتے رہے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "**بے شک ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)

"کبھی کبھی بکری ذبح کرتے، پھر اس کے اعضا الگ الگ کاٹتے اور خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دیتے، اور فرماتے: **بے شک وہ ایسی تھیں، ویسی تھیں اور ان سے ہی مجھے اولاد عطا ہوئی۔**"(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔امام نووی فرماتے ہیں: "اس میں ایفائے عہد، محبت کی حفاظت، دوست اور بیوی کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی ان کی حرمت کا خیال رکھنے اور ان کے اہل خانہ کی تکریم کرنے کی دلیل ہے۔"

وفاداری میں سے یہ بھی ہے کہ علما سے محبت کی جائے اور ان کی تعظیم وتوقیر کی جائے، کیوں کہ یہ دین کے حامل اور انبیا کے وارث ہیں، امام طحاوی فرماتے ہیں: "علمائے سلف صحابہ وتابعین – محدثین وفقہا- کا ذکر خیر وبھلائی کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔"امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں تیس سال سے

امام شافعی کے لیے دعااور استغفار کرتا آرہاہوں۔"

ساتھی کے ساتھ وفاداری کا تقاضایہ ہے کہ اس کے احسان کا شکر ادا کیا جائے، اس کے راز ومحبت کو محفوظ وبرقرار رکھا جائے، اس کی تعریف کی جائے، اس سے ایذا کو روکا جائے، اس کے اور اس کی اولاد کے لیے خرچ کیا جائے، اور آپ کے ساتھ جو بھلائی کرے اسے اس کا بدلہ دیا کریں، اگر بدلہ نہ دے سکیں تو اس کے لیے دعا کیا کریں، کیوں کہ یہ بھی وفاداری کی ایک قسم ہے۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

﴿ هَلْ جَزَآءُ ٱلْإِحْسَٰنِ إِلَّا ٱلْإِحْسَٰنُ ﴾

(احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔)[الرحمن:٦٠]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

وفاداری گفتار وکردار کی سچائی کا نام ہے، وفاداری سے دل میں خوشی ومسرت کی ایسی دنیا قائم ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہیں، اور جس کے ساتھ وفاداری کی جاتی ہے اس کے دل میں احسان اور بدلے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جو احسان فراموش ہوگا وہ وفاداری نہیں کر سکتا، اور یاد رہے کہ بخشش وعطا وغیرہ میں ہماری نیت خالص اللہ کے لیے ہو، اگر کوئی آپ کے احسان کا بدلہ نہ دے تو آپ کو غمگین نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ آپ احسان پر ثواب کی امید اللہ سے رکھتے ہیں نا کہ انسان سے، اللہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے:

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا﴾

(ہم تمھیں صرف اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔) [الإنسان: ۹]

لہذا وفاداری کا خوب خیال رکھیں، کیوں کہ اس سے دل صاف اور پاک رہتا ہے اور تمام اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہونے کی خوب کوشش کریں، کیوں کہ یہ کامیابی وکامرانی کا عنوان ہیں۔

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

رحمت وشفقت[1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو، ہمارا رب تقوی کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا اور تقوی والوں پر ہی رحم کرتا ہے۔

مسلمانو!

دین اللہ کے حقوق اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی پر قائم ہے، اللہ کا حق یہ ہے کہ ہم اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور مخلوقات کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ احسان اور حسن اخلاق کا معاملہ کیا جائے، یہ ایک عظیم خصلت ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کے درمیان رکھا ہے، آپ ﷺ نے اس صفت کے بارے فرمایا: "**اللہ تعالی نے سو رحمتیں پیدا کیں، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوق کے درمیان اتارا اور ننانوے حصے اپنے پاس روک لیا۔**" (متفق علیہ)، اللہ تعالی نے اس نعمت کو علم کی نعمت پر بھی مقدم کیا ہے:

﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ ءَاتَيْنَٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۲۹ جمادی الاولی ۱۴۳۶ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا، جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔)[الکھف:٦٥]

اللہ سبحانہ وتعالی رحمت سے متصف لوگوں کو پسند فرماتا ہے، رحمت کی وصیت کرنے والے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَتَوَاصَوْاْ بِٱلصَّبْرِ وَتَوَاصَوْاْ بِٱلْمَرْحَمَةِ ﴾

(پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔)[البلد:١٧]

اسی کی وجہ سے بندوں کے درمیان واجبی حقوق جیسے زکاۃ یا مستحب حقوق جیسے عفو ودر گزر اور صدقات وخیرات کی ادئیگی کی بنیاد کھڑی ہے، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "انسان پر واجب ہے کہ اس کا مقصد مخلوق کو فائدہ پہنچانا اور ان کے ساتھ مطلقا احسان کرنا ہو اور یہی وہ رحمت ہے جس کے ساتھ محمد ﷺ مبعوث کیے گئے تھے۔"

یہ اللہ کا ایک انعام ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے، آپ ﷺ نے اُس دیہاتی سے فرمایا تھا جو اپنی اولاد پر رحمت وشفقت کا معاملہ کرنے سے محروم تھا: "**اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟!**"(متفق علیہ)۔ جب اللہ تعالی اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں رحمت ڈال دیتا ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ ٱلْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓاْ إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ﴾

(وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا کہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔)[الفتح:٤]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "سکینت سے مراد: رحمت ہے"۔

انسان کو جس قدر ہدایت ملتی ہے اسی قدر رحمت بھی ملتی ہے، سب سے کامل مومن وہ ہے جو سب

سے زیادہ رحمت وشفقت والا ہو، اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

(محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں۔)[الفتح:۲۹]

اللہ تعالی نے مومنوں کی ایک صفت یہ بتلائی ہے:

﴿أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾

(وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر۔)[المائدۃ:۵۴]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "اس سے مراد رحمت ہے۔"

دل میں رحمت کا موجزن ہونا سعادت مندی کی علامت اور اللہ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔**"(اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔)، جنت میں داخل ہونے والوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جن کے دل ایمان کے ساتھ ساتھ رحمت ونرمی سے معمور ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**اہل جنت تین طرح کے لوگ ہیں: ایسا بادشاہ وحاکم جو عادل ہے صدقہ کرنے والا ہے اور اسے اچھائی کی توفیق دی گئی ہے۔ اور ایسا مہربان شخص جو ہر قرابت دار اور ہر مسلمان کے لیے نرم دل ہے اور وہ عفت شعار جو عیال دار ہے، پھر بھی دست سوال پھیلانے سے بچتا ہے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔

جب دل رحمت سے خالی ہو تو اس میں سختی آجاتی ہے، اللہ تعالی نے کچھ لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ﴾

(پھر اس کے بعد ان کے دل سخت ہوگئے۔)[البقرۃ:۷۴]

امام بغوی فرماتے ہیں: "یعنی: دل خشک اور سخت ہو جاتا ہے، اور دل تب خشک ہوتا ہے جب اس

سے رحمت اور نرمی نکل جاتی ہے۔" اور یہ شقاوت اور بدبختی کی علامت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "رحمت بدبخت آدمی کے دل سے ہی چھینی جاتی ہے۔"(اسے ابوداد نے روایت کیا ہے)۔

جو مخلوق پر رحم نہیں کرتا ہے اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔" (متفق علیہ)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت فرمائی جو رحمت کے ملکے اثرات سے محروم تھا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اقرع نے کہا: "میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" (متفق علیہ)، ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں: "چھوٹے بچے پر رحم کرنا، اسے گلے لگانا، اسے بوسہ دینا اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا جیسے امور ان اعمال میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالی پسند کرتا ہے اور ان پر ثواب اور نیکی لکھتا ہے، چھوٹے بچے کو بوسہ دینا، اسے گود میں اٹھانا اور اس سے لپٹ جانا اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔"

لوگوں میں رحمت کے سب سے زیادہ حقدار والدین ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَٱخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحۡمَةِ ﴾

(اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا۔)[الإسراء:۲۴]

سب سے بہتر اولاد وہ ہے جو اپنے والدین پر سب سے زیادہ رحم وکرم کرتی ہو، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَأَرَدۡنَآ أَن يُبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرٗا مِّنۡهُ زَكَوٰةٗ وَأَقۡرَبَ رُحۡمٗا﴾

(اس لئے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔)[الکھف:۸۱]

مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے پر رحم وکرم کرنے کا معاملہ انہیں ایک جسم کی مانند بنا دیتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ

کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف ونرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ جب اس کا کوئی ٹکڑا بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے ایسا کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (متفق علیہ)، چوپایوں پر بھی رحم وکرم کرنے کی شریعت نے ترغیب دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "بکری پر بھی اگر تم رحم کروگے تو اللہ تم پر رحم کرے گا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)۔

مومن کافر پر رحم کھاتا ہے کیوں کہ وہ ہدایت سے محروم ہے، اور ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس سے بغض بھی رکھتا ہے، گناہوں کے راستے پر جس کا قدم پھسل جائے وہ بھی رحم کا مستحق ہے کہ اسے نصیحت کی جائے اور اس کی ہدایت یابی کے لیے دعا کی جائے، نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مارو، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کوئی اسے اپنے ہاتھ سے مار رہا تھا، کوئی اپنے جوتے سے تو کوئی اپنے کپڑے سے، آپ ﷺ وہاں سے پلٹنے لگے تو کسی نے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے۔ تو آپ نے فرمایا: ایسا مت کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو، لیکن یہ کہو: اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)۔

لوگوں میں سب سے زیادہ رحم کھانے والے اللہ کے رسول اور انبیا تھے، جنہوں نے مخلوق کی ہدایت کے لیے کوششیں کیں، اپنی قوموں کو ہلاکت سے بچانے کے لیے ہر ممکن طریقے سے دعوت دی، ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لیا اور ان پر عذاب کے لیے بددعا کرنے میں جلدی نہیں کی، آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے کچھ لوگوں کو جہنم میں دیکھا تو رو پڑے، آپ ﷺ نے معراج کے قصے میں فرمایا: "میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈ ہیں یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں۔ جو جھنڈ دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈ دوزخی روحیں ہیں۔ اس لیے جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رنج سے روتے ہیں۔" (متفق علیہ)۔

ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم پر بڑے مہربان تھے، انہوں نے اپنے رب سے فرمایا:

﴿فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّيۖ وَمَنۡ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

(میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔)[ابراھیم:۳۶]

ان کی رقت قلبی ہی تھی کہ انہوں نے فرشتوں سے بحث کی کہ وہ قوم لوط کو ہلاک نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

موسی علیہ السلام نے دو عورتوں پر رحمت وشفقت کا معاملہ کیا، ان کے جانوروں کو پانی پلایا، -وہ اولوا العزم رسولوں میں سے تھے- ان کا رحم وکرم اس امت کو بھی حاصل ہے، انہوں نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنی امت سے نماز کم کرانے کے لیے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کریں، چنانچہ رب ذوالجلال نے پچاس نمازوں میں سے کم کرتے کرتے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔

یحیی علیہ السلام کو اللہ نے شفیق ومہربان بنایا تھا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا﴾

(اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی، وہ پرہیزگار شخص تھا۔)[مریم:۱۳]

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں بندوں کے لیے رحمت وشفقت عطا کی تاکہ وہ انہیں اپنے رب کی اطاعت کی دعوت دیں اور اخلاص کے ساتھ نیک عمل انجام دیں۔"

عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے ان کی والدہ کا فرماں بردار بنایا، وہ سخت اور بے رحم نہیں تھے:

﴿وَبَرًّا بِوَٰلِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾

(اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔)[مریم: ۳۲]

ایک نبی کو اس کی قوم نے مارا اور لہولہان کردیا، پھر بھی وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے دعا کرتے رہے: "**اے میرے رب! میری قوم کو معاف کردے، وہ نا سمجھ ہیں۔**" (متفق علیہ)۔

ہمارے نبی محمد ﷺ مخلوقات میں سب سے زیادہ رحم دل تھے، آپ ﷺ کے ناموں میں ایک نام "**نبی الرحمۃ**" یعنی رحمت والے نبی ہے، (اسے نسائی نے روایت کیا ہے۔)، جب آپ سے کہا گیا کہ: "مشرکین کے لیے بد دعا کیجئے تو آپ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، جب آپ کی قوم نے آپ کو ایذا پہنچائی تو پہاڑوں کے فرشتے میں آواز دی، سلام کیا اور کہا: "اے محمد! اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی**۔" (متفق علیہ)۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ساری مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا، ارشاد بار تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾

(اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔)[الأنبياء:١٠٧]

جس نے اس رحمت کو قبول کیا، اس نعمت کا شکر ادا کیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا، اور جس نے اسے ٹھکرایا اور انکار کیا وہ دونوں جہاں میں ناکام ہوا، اور اللہ نے انہیں خصوصا مومنوں کے لیے تو سراپا رحمت بنا کر ہی بھیجا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَحۡمَةٞ لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ﴾

(اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے۔)[التوبة:٦١]

آپ ﷺ اپنی امت پر بڑے مہربان تھے، آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم کے بارے میں وارد اس آیت الٰہی کی تلاوت کی:

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضۡلَلۡنَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِۖ
فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّيۖ وَمَنۡ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

(اے میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا ہے۔ پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔)
[ابراھیم:۳٦]

اور عیسی علیہ السلام کے متعلق اس آیت کی تلاوت کی:

﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾

(اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو، تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔)[المائدۃ:١١٨]

پھر اپنے دونوں ہاتوں کو بلند کیا اور **اے اللہ! میری امت، میری امت** کہتے ہوئے روپڑے، تو اللہ تعالی نے جبریل سے کہا: **جاؤ محمد کے پاس—اور تیرا رب بہتر جانتا ہے-اور پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں، جنہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے،انہیں وجہ بتادی۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤاوران سے کہو کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)،امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث اس امت کے لیے امید افزا احادیث میں سے ایک ہے، یاسب سے زیادہ امید افزا ہے۔"

آپ ﷺ اپنے ساتھیوں پر بڑے مہربان تھے، "سعد بن عبادہ کو کوئی بیماری لاحق ہوئی، توآپ ﷺ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کو آئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تو تیمارداروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیاوفات ہوگئ؟ لوگوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) روپڑے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔" (متفق علیہ)، "ایک بچہ آپ کو دیا گیا جس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: **یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے۔**"(متفق علیہ)۔

آپ ﷺ جوانوں پر بھی مہربان تھے، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان اور ہم عمر تھے۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیس راتیں رہے۔ آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر کے لوگ یاد آرہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ہم سے ہمارے ان اہل خانہ کے بارے میں پوچھا جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ **تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ، ان میں رہو اور انہیں سکھاؤ اور (نیکی کا) حکم دو۔ اور اسی طرح نماز پڑھنا جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھے ہو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں سے اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔**" (متفق علیہ)۔

آپ عورتوں کے لیے بھی رحم دل تھے، نماز ہلکی کر دیتے تھے تاکہ ماں اور اس کے بچے پر شاق نہ گزرے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**میں نماز شروع کرتا ہوں اور لمبی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اتنے میں بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز اس خیال سے مختصر کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔**"(متفق علیہ)۔

آپ ﷺ بچوں پر بھی مہربان تھے، حجرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے بچوں پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربان کسی کو نہیں دیکھا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، "آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گرتے پڑتے چلے آرہے تھے، آپ نے منبر سے اتر کر ان دونوں کو اٹھا لیا، اور ان کو لا کر اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر فرمایا: "**اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة﴾ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں)، میں نے ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے ہوئے دیکھا تو صبر نہیں کر سکا، یہاں تک کہ اپنی بات روک کر میں نے انہیں اٹھا لیا۔**" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ بچوں پر آپ ﷺ کی

رحمت وشفقت اور لطف وکرم کی دلیل ہے، اس میں امت کے لیے درس ہے کہ وہ بھی بچوں کے ساتھ رحمت وشفقت اور پیار ومحبت کا معاملہ کرے۔"

اس امت میں سب سے رحم دل صحابہ کرام تھے، اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ ﴾

(کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں۔)[الفتح:۲۹]

صحابہ میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، اللہ تعالی نے انہیں علم اور رحمت کی وسعت سے نوازا تھا، ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اسی طرح آدمی کا علم جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا رحم وکرم زیادہ ہوگا۔" اہل علم اور نیک لوگ رحم دل ہوتے ہیں، لوگوں کی بھلائی اور ہدایت یابی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اپنے مخالفین پر ظلم وزیادتی نہیں کرتے ہیں۔

مسلمانو!

ہماری شریعت دوست ودشمن سب کے ساتھ رحم وکرم اور عدل وانصاف کا حکم دیتی ہے، اور جیسی کرنی ویسی بھرنی کے مطابق جو شخص اللہ کی رحمت وشفقت کا امید گار ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی مخلوق پر رحم کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔"** (متفق علیہ)۔ اور اللہ تعالی جس پر رحم فرمائے گا دنیا وآخرت میں اسے سعادت مندی حاصل ہوگی اور وہ حسن انجام سے بہرہ ور ہوگا۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

﴿ هَلۡ جَزَآءُ ٱلۡإِحۡسَٰنِ إِلَّا ٱلۡإِحۡسَٰنُ ﴾

(احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہے؟)[الرحمن:٦٠]

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

رحمت وشفقت کو بروئے کار لاکر ہی دل کبر اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کی آفت سے پاک ہوتا ہے، رحمت وشفقت قساوت قلبی وسنگ دلی اور ضعف وکمزوری کے درمیان ایک معتدل راستہ ہے، رحمت وشفقت کو اللہ پسند کرتا ہے اگر وہ اللہ کے دین کے ضیاع کا سبب نہ ہو، جیسے: بندوں پر رحم کھاتے ہوئے اسلامی حدود کو ترک کردینے کا دعوی (دین کے ضیاع کا سبب ہے)، جب انسان شبہات اور شہوتوں سے پاک ہوتا ہے تو اسے ہدایت ور حمت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالی نے اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا:

﴿فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾

(دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کردے۔)[الکھف:۱۰]

رحمت کے حصول کے چند اسباب یہ ہیں: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، صلہ رحمی کرنا، صدقات وخیرات کرنا، پریشان حال اور بیمار افراد کے ساتھ احسان کرنا، مرد حضرات کا قبرستان کی زیارت کرنا، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنا اور اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

حیا خیر ہی خیر ہے[1]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود و سلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل و اولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے کڑے کو مضبوطی سے تھام لو۔

مسلمانو!

اللہ کے اسماو صفات کا علم اس کی عبادت و بندگی کی کنجی اور راز ہے، اس کے نام حسین ہیں اور اس کی صفات اعلی ہیں، اس کے ہر نام اور ہر صفت میں الگ الگ عبادت و بندگی ہے، جو کہ اس کے اسماو صفات کی معرفت کا تقاضا اور اثر ہے، اللہ تعالی اپنے نام اور اپنے اوصاف کو پسند کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں اس کے آثار دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان اسماو صفات کے ذریعہ دعا کریں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا﴾

(اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔) [الأعراف: ۱۸۰]

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۷ جمادی الآخر ۱۴۳۹ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ آدمی وہ ہے جو ان صفات سے متصف ہو جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور جو اللہ پاک کے لیے خاص نہیں ہیں اور جو اللہ کی عبادت اس کی صفات کے ذریعہ کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوتا ہے۔

جو اللہ کے ناموں کو یاد کرے گا اللہ اسے اپنی جنت میں جگہ دے گا، اللہ کے ناموں میں ایک نام ھے: (الحَیِیّ) یعنی حیاو شرم کرم کرنے والا، اور اس کی ایک صفت حیا ہے، اللہ تعالی نے اس صفت سے اپنے آپ کو متصف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا یَسۡتَحۡیِۦٓ أَن یَضۡرِبَ مَثَلࣰا مَّا بَعُوضَةࣰ فَمَا فَوۡقَهَا﴾

(یقیناً اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا، خواہ مچھر کی ہو، یا اس سے بھی ہلکی چیز کی۔)[البقرة:٢٦]

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس صفت سے اللہ تعالی کو موسوم کرتے ہوئے فرمایا ہے، **"اللہ تعالی حیادار ہے، پردہ پوشی کرنے والا ہے اور حیااور پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے۔"** (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔)، اللہ سبحانہ وتعالی اس بات سے شرم کرتا ہے کہ کوئی اس سے کچھ طلب کرے اور وہ اسے نامراد لوٹادے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"بلاشبہ تمہارا رب بہت حیاوالا اور سخی ہے۔ بندہ جب اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے حیاآتی ہے کہ انہیں خالی لوٹادے۔"** (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)، ابن القیم فرماتے ہیں: "رب کا اپنے نبدے سے حیا کرنے کی حقیقت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا، بلاشبہ یہ جود وسخااور نیکی وعظمت کی حیا ہے۔"

لوگوں میں مکارم اخلاق کی اصل اور ان میں سب سے عظیم، جلیل القدر اور نفع بخش صفت حیا ہے، یہ ایسی صفت ہے جو قبیح چیزوں کو چھوڑنے پر ابھارتی ہے، حق دار کے حق میں کوتاہی برتنے سے روکتی ہے، اس کا مادہ اور ماخذ حیات ہے، اور دل کی حیات وزندگی کے بقدر اس میں حیاپائی جاتی ہے، دل جس قدر زندہ ہوگا اسی قدر اس میں حیا کامل اور قوی ہوگی، پہلی نبوت کے زمانے سے ہی حیا موجود ہے اور اس سے

متصف ہونا واجب قرار دیا گیا ہے، ہر نبی نے اپنی امت کو اس کی دعوت دی ہے اور اس کی تعلیم کے لیے ان کو بھیجا گیا، یہ حیا انبیا کی شریعتوں میں نہ کبھی منسوخ ہوئی ہے اور نہ کبھی بدلی گئی ہے، کیوں کہ اس کی حقانیت معلوم شے ہے، اس کی فضیلت واضح ہے اور عقل و خرد اس کے حسن پر متفق ہے، اور جس چیز کا یہ حال ہو وہ نہ منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ اسے بدلا جا سکتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"اگلے پیغمبروں کا جو کلام لوگوں کو ملا اس میں یہ بھی ہے کہ جب شرم ہی نہ رہے تو پھر جو جی چاہے وہ کرے۔"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)۔

سب سے بہتر لوگ اس حیا سے متصف ہوئے، اللہ تعالی نے باحیا لوگوں کی تعریف کی، چنانچہ فرشتے اس سے متصف ہیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کے بارے میں فرمایا: **"کیا میں ایسے آدمی سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔ انبیا اپنی اپنی قوموں میں اس حیا سے جانے پہچانے جاتے تھے، فرمان نبوی ہے: **"لوگ قیامت کے دن حضرت آدم، نوح اور موسی علیہم السلام سے سفارش طلب کریں گے، لیکن ہر کوئی اپنے گناہ یاد کر کے شرمندہ ہو جائیں گے۔"** (متفق علیہ)۔ موسی علیہ السلام بڑے باحیا تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کی حیاء کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

ہمارے نبی محمد ﷺ کو حیا کا فراواں حصہ ملا تھا، آپ کی حیا آپ کے چہرے پر نمایاں رہتی تھی، چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ ایک پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار اور شرمیلے تھے، جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے (تو زبان سے کچھ نہ فرماتے) اُس کے آثار رخِ انور پر نمایاں ہو جاتے تھے۔" (متفق علیہ)، نبی ﷺ معراج کی رات نماز کی تخفیف کے سلسلے میں حضرت موسی اور اپنے رب کے درمیان بار بار آتے جاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: **"اب مجھے اپنے رب سے شرم آنے لگی ہے۔"** (متفق علیہ)، "جب نبی ﷺ نے زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد ولیمہ کے لیے لوگوں کو بلایا، سب لوگ کھا کر نکل گئے مگر تین لوگ گھر کے اندر باتیں کرتے رہ گئے، نبی ﷺ

شرم سے انہیں کچھ نہیں کہہ سکے اور آپ انہیں گھر میں چھوڑ کر نکل گئے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤۡذَنَ لَكُمۡ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيۡرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنۡ إِذَا دُعِيتُمۡ فَٱدۡخُلُواْ فَإِذَا طَعِمۡتُمۡ فَٱنتَشِرُواْ وَلَا مُسۡتَـٔۡنِسِينَ لِحَدِيثٍۚ إِنَّ ذَٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِي ٱلنَّبِيَّ فَيَسۡتَحۡيِۦ مِنكُمۡۖ وَٱللَّهُ لَا يَسۡتَحۡيِۦ مِنَ ٱلۡحَقِّ ﴾

(اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو، وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ نبی کو تمہاری اس بات سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (بیان) حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔)[الأحزاب:۵۳] (متفق علیہ)۔

عثمان رضی اللہ عنہ حیا کے باب میں صحابہ کرام کے درمیان ایک مثال تھے، ایک دن نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تو نبی ﷺ صحیح سے بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے، آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "**عثمان انتہائی حیادار ہیں، مجھے ڈر تھا کہ میں نے اسی حالت میں ان کو آنے کی اجازت دی تو وہ اپنی ضرورت کے بارے میں مجھ سے بات نہیں کر سکیں گے۔**" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

عورت کی فطرت میں حیا ودیعت کی گئی ہے، اسی سے اس کی زینت اور خوبصورتی ہے اور یہ اس کے لیے باعث حفظ وامان ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "اے اللہ کے رسول! باکرہ شرماتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**اس کی رضامندی—یعنی نکاح میں—اس کا خاموش رہنا ہے۔**" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب صاحب مدین کی بیٹی چلتے ہوئے آئی تو اس کا حال یہ تھا کہ وہ حیا کی چادر میں لپٹی ہوئی تھی اور اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں اور کپڑے سے ڈھانپ رکھی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَجَآءَتۡهُ إِحۡدَىٰهُمَا تَمۡشِي عَلَى ٱسۡتِحۡيَآءٖ قَالَتۡ إِنَّ أَبِي يَدۡعُوكَ لِيَجۡزِيَكَ أَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا ﴾

(اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی، کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے (جانوروں) کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔) [القصص:۲۵]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیا کا یہ حال تھا کہ ان کے حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد وہ اپنے حجرے کے اندر بھی باپردہ رہتی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں اپنے اس حجرے میں جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں چلی جایا کرتی تھی، اور یہیں اپنی چادر اتار دیا کرتی تھی، اور میں دل میں کہتی تھی: وہ تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد ہیں، جب عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم! میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے خود کو اچھی طرح چادر میں لپیٹ کر وہاں داخل ہوتی ہوں۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)۔

ایک عورت تھی، اس نے آزمائش پر صبر کیا، لیکن حیا کی چادر اتارنے پر راضی نہ ہوئی، جس کی جزا اسے جنت ملی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے کہا: " کیا تمہیں میں ایک جنتی عورت کو نہ دکھاؤں؟ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ضرور دکھائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سیاہ فام عورت نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "**اگر تم چاہو تو صبر کرو تمہیں اس پر جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں تمہارے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کر دیتا ہوں**"۔ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے کہا کہ (مرگی کے وقت) میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ دعا فرما دیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔" (متفق علیہ)۔

حیا ان اخلاق کریمانہ میں سے ہے جن پر اہل جاہلیت قائم تھے، جب ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے ہرقل نے نبی ﷺ کے بارے میں پوچھا جب کہ وہ اس وقت کافر تھے تو انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! اس دن اگر اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ میرے ساتھی میری تکذیب کر بیٹھیں گے تو ہرقل آپ ﷺ

کے بارے جو سوال کرتا اس کے جواب میں جھوٹ بولتا، لیکن مجھے اس بات کی شرم لاحق ہوگئی کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا بولیں گے،اس لیے میں نے سچ کہا۔"(متفق علیہ)۔

حیاکے ذریعہ ہی کامیابی وسعادت مندی حاصل ہوتی ہے اوراس کے اسباب تک رسائی ملتی ہے،حیا مکمل خیر کانام ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**حیامکمل خیر ہے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیاہے۔)۔حیادار آدمی کاانجام خیر وبھلائی پر مبنی ہوتاہے اوراسے کبھی بھی کوئی ندامت لاحق نہیں ہوتی،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**حیاخیر ہی لے کرآتی ہے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیاہے۔)،ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حیادل کی زندگی کامادہ ہے،وہ ہرخیر کی اصل ہے اوراس سے محرومی ہر طرح کی خیر سے محرومی ہے۔"

حیامیں موجود عظیم خیر میں سے ایک یہ ہے کہ نفس کواچھی خصلتوں کاعادی بنایاجائے اوراسے برے اخلاق سے دور رکھاجائے،اور جب انسان کے اندر حیابدرجہ اتم پائی جاتی ہے تواس کی آبرو محفوظ ہوجاتی ہے،اس سے برائیاں دور ہوجاتی ہیں اوراس کے محاسن عام ہوجاتے ہیں۔

اہل سنت وجماعت کاعقیدہ ہے کہ ایمان قول،اعتقاداور عمل کانام ہے اور حیاایمان کاایک شعبہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**ایمان کے ستر یاساٹھ سے زائد شعبے ہیں،اور حیاایمان کاایک شعبہ ہے۔**" (متفق علیہ)۔ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حیاایمان کاایک حصہ ہے،مومن جنت میں جائے گا،اور ایمان سلب ہونے کے ساتھ ہی حیاسلب ہوتی ہے"۔"نبی اکرم ﷺ کا گزرایک آدمی کے پاس سے ہوا، وہ اپنے بھائی کوحیاوشرم پر سرزنش کرتے ہوئے کہہ رہاتھا: تم بہت شرماتے ہو، گویاوہ کہہ رہاتھاکہ تم اس کی وجہ سے اپنانقصان کرلیتے ہو۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایاکہ: **اسے چھوڑدوکہ حیا ایمان میں سے ہے۔**"(متفق علیہ)،دل کے لیے اللہ کاسب سے بڑاعذاب یہ ہے کہ وہ اس سے حیاسلب کرلے،ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "حیااور ایمان دونوں ساتھی ہیں،جب ان میں سے ایک اٹھ جائے تودوسرابھی اٹھ جاتاہے۔"

حیاایک ایسی عبادت ہے جوکئی عبادتوں پر ابھارتی ہے،اور حیادار انسان کوورع وپرہیزگاری تک لے

جاتی ہے، اور جو حیا کی چادر کو چاک کرے گا وہ اس کی متضاد چیزوں کا مرتکب ہو گا، انسان اور گناہوں کے ارتکاب کے درمیان بڑی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ حیا بھی ہے، حیادار انسان شرم کی بنیاد پر گناہوں سے رک جاتا ہے، جیسا کہ ایمان کی بنیاد پر گناہوں سے رکتا ہے، اور جب انسان کی حیا سلب کر لی جاتی ہے تو گھٹیا اخلاق اور برائی کے ارتکاب سے روکنے والی کوئی چیز اس کے پاس باقی نہیں رہتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"جب تمہیں شرم نہ ہو تو جو چاہو وہ کرو۔"** (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔) ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس کے پاس ایسی حیا نہ ہو جو اسے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے روک سکے تو اس کے نزدیک صغیرہ وکبیرہ گناہ برابر ہوتے ہیں، اس میں قلت حیا پر وعید اور دھمکی ہے۔"

گناہ انسان کی حیا کو کمزور کر دیتے ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات اس کی حیا بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے، پھر اسے اس بات کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ لوگ اس کے احوال سے واقف اور باخبر ہیں، بلکہ کبھی کبھی وہ اپنے احوال اور اپنے کالے کرتوت بتلا بھی دیتا ہے۔

حیا انسان کے لیے زینت وخوبصورتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"جس چیز میں بھی بے حیائی آتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے اور جس چیز میں حیاء آتی ہے اسے زینت بخشتی ہے۔"** (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔) یہ حیا نفس کی عزت وحفاظت کی باعث ہے، حیادار آدمی لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا گرچہ وہ محتاج ہی کیوں نہ ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: **"مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں۔ لیکن اسے مانگنے سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا۔"** (متفق علیہ)۔

حیا اچھے آداب پر آمادہ کرتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس درخت کے بارے میں پوچھا جو نفع رسانی میں مسلمان کی مانند ہو، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "میرے دل میں جواب آ گیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں نے ابو بکر اور عمر کو بولتے ہوئے نہیں پایا، اس لیے میں نے بولنا ناپسند کیا۔" ایک دوسرے لفظ میں ہے: "میں نے ان کے سامنے بولنے میں شرم محسوس کی۔" (متفق علیہ)۔

جیسا عمل ہوتا ہے ویسا بدلہ ملتا ہے، چنانچہ حیا وشرم کا پھل اور اس کا بہترین بدلہ یہ ہے کہ اللہ تعالی

حیادار لوگوں سے حیا کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اور دوسرے نے شرم کی اللہ نے بھی اس سے شرم کی۔"** (متفق علیہ)۔ اصل حیا یہ ہے کہ اللہ سے حیا ہو، تاکہ اللہ آپ کو وہاں نہ دیکھے جہاں سے آپ کو منع کیا ہے، اور جہاں جانے کا حکم دیا ہے وہاں سے آپ کو غائب نہ پائے، اللہ اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا وشرم کی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: **"اللہ سے کماحقہ حیا کرو۔"** (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)، اللہ سے حیا نام ہے اس نور کا جو دل میں ہوتا ہے، جو نور اسے یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہے، چنانچہ وہ خلوت وجلوت میں اس سے حیا کرتا ہے، اللہ سے حیا تب پیدا ہوتی ہے جب اللہ کے عظیم انعامات واکرامات پر غور کیا جائے، اور ساتھ ہی اپنے نفس کے عیوب اور کوتاہیوں کو دیکھا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالی راز اور پوشیدہ چیزوں سے بھی مطلع ہے۔

جب انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اس پر اللہ تعالی کی نظر ہے، وہ اس کی ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے، نیز وہ حیا دار بھی ہے، تو انسان اللہ کی ناراضگی مول لینے میں شرمندی محسوس کرتا ہے، ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رہے کہ فرشتے انسان سے کبھی الگ نہیں ہوتے ہیں، اور فرشتوں کی تعظیم وتکریم یہ ہے کہ ان سے شرم کی جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ * كِرَامًا كَاتِبِينَ * يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾

(یقیناً تم پر نگہبان عزت والے۔ لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔) [الانفطار: ۱۰-۱۲]

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی: حفاظت کرنے والے ان مکرم فرشتوں سے شرم کرو، ان کی عزت وتکریم کرو اس بات سے کہ وہ تمہیں ایسی حرکتیں کرتے دیکھیں جن سے تم اپنے جیسے لوگوں سے شرم کرتے ہو۔"

لوگوں سے شرم وحیا کرنا اچھے اخلاق کا سبب ہے، اگر ایک مسلمان کو اپنے نیک ساتھی سے صرف اتنا ہی فائدہ ہو کہ وہ شرم کی وجہ سے اس کے سامنے گناہ نہیں کر پائے تو یہی ایک فائدہ کافی ہے، لوگوں سے شرم کرنا اللہ سے شرم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، جو لوگوں سے شرم نہیں کرتا وہ اللہ سے بھی شرم نہیں

کرتا، جو حیادار ولوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کی حیا میں اضافہ ہوتا ہے، انسان کا نفس سب سے زیادہ عزت کا مستحق ہے، اور جو تنہائی میں ایسا عمل کرتا ہے جسے وہ علانیہ کرنے میں شرم محسوس کرتا ہے، تو گویا اس نے اپنے نفس کی کوئی قدر نہیں کی، جو لوگوں سے شرم تو کرتا ہے لیکن اپنے نفس وذات سے شرم نہیں کرتا تو گویا وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی ذات کو حقیر سمجھتا ہے، اور جو لوگوں سے اور اپنی ذات سے شرم تو کرتا ہے، لیکن اللہ سے شرم نہیں کرتا تو گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہی نہیں، اور جو حیا کے لباس میں ملبوس رہے گا اس کا عیب لوگ نہیں دیکھ پائیں گے۔

مسلمانو!

اسلام اچھے آداب واخلاق کا دین ہے، وہ بہترین اخلاق اور اعلی اوصاف کا جامع ہے، اس نے ہر خیر کا حکم دیا ہے اور ہر شر سے ڈرایا ہے، لہذا اس دین کو مضبوطی سے تھامنا، اس پر فخر محسوس کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا واجب ہے، اور اوامر الہی کی بجا آوری اور گناہوں سے اجتناب کرکے اللہ سے ہمیشہ شرم وحیا کرتے رہنا بھی ضروری ہے۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَٱتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبْرَٰهِيمَ خَلِيلًا ﴾

(باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی نیکو کار، ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کررہا ہو اور ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالی نے اپنا دوست بنالیا ہے۔)[النساء: ۱۲۵]

اللہ تعالی قرآن کریم کو میرے اور آپ سب کے لیے بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

نبی اکرم ﷺ سے قابل تعریف شرم وحیا وہ ہے جو اچھے کام کرنے اور برے کام سے رکنے پر ابھارے، اور وہ کمزوری وبے بسی جو اللہ یا انسانوں کے کسی بھی حق میں کوتاہی کا موجب ہو وہ سرے سے حیا ہے ہی نہیں، اگر حیا انسان کو خیر سے روک دے تو وہ حیا قابل تعریف نہیں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں ہیں۔ وہ دین کی بات پوچھنے اور سمجھنے میں شرم نہیں کرتی ہیں۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، دین سیکھنے میں شرم نہیں ہونی چاہیے، جو شرم وحیا کی وجہ سے علم چھوڑے گا وہ ہمیشہ علم سے محروم جاہل بنا رہے گا، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "شرم کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا۔"

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

قابل مذمت اخلاق

تکبر [1]

یقیناً تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو، تقوی شہوت پرستی کی مخالفت کا نام ہے، اور راہ ہدایت کی مخالفت میں بدبختی ہے۔

مسلمانو!

آدمی کی درستگی ایمان اور عمل صالح میں پنہاں ہے، اور دل کی اصلاح کے لیے کوشش کرنا نفلی عبادتوں سے افضل ہے، جزاوسزا کے اعتبار سے دل کے اعمال اعضاوجوارح کے اعمال کی طرح ہیں، اللہ کے لیے دوستی ودشمنی، توکل، رضامندی اور اطاعت کے لیے پختہ ارادے پر ثواب ملتا ہے، جب کہ تکبر وغرور، حسد، خودپسندی اور ریاکاری پر سزا ملتی ہے، انسان جس قدر اللہ کی عبادت کرے گا اور اس کے لیے عاجزی اختیار کرے گا اسی قدر اسے اللہ کی قربت حاصل ہوگی اور اس کے درجات بلند ہوں گے۔

مذموم اخلاق کی اصل کبر وغرور ہے، اسی سے ابلیس متصف تھا، جس کی وجہ سے اس نے آدم سے حسد کیا، تکبر کیا اور اپنے رب کے حکم کی بجاآوری سے باز رہا، ارشاد باری تعالی ہے:

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۱رجب ۱۴۲۴ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾

(اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔) [البقرۃ: ۳۴]

اسی تکبر کی وجہ سے یہود نبی ﷺ کو دیکھنے اور آپ کی نبوت کی سچائی کو جان لینے کے باوجود ایمان نہیں لائے، اسی تکبر نے ابن ابی سلول کو صدق دل سے نبوت کو تسلیم کرنے سے روکا، اسی وجہ سے ابو جہل اسلام نہیں لایا، اسی وجہ سے قریش نے ضلالت کو ہدایت پر ترجیح دی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴾

(یہ وہ (لوگ) ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے۔) [الصافات: ۳۵]

سلیمان علیہ السلام نے بلقیس اور اس کی قوم کو تکبر چھوڑ کر مطیع وفرماں بردار بننے کی دعوت دی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ أَلَّا تَعْلُوا۟ عَلَىَّ وَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴾

(یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آجاؤ۔) [النمل: ۳۱]

یہ تکبر افتراق، جھگڑا، اختلاف اور آپسی بغض کا سبب ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَمَا ٱخْتَلَفُوٓا۟ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾

(پھر انہوں نے اپنے پاس علم کے پہنچ جانے کے بعد آپس کی ضد بحث سے ہی اختلاف برپا کر ڈالا۔) [الجاثیۃ: ۱۷]

اسی تکبر کے سبب بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں کو جھٹلانے اور انہیں قتل کرنے جیسی گھناؤنی حرکتیں

کیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌۢ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾

(لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لائے جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی، تم نے جھٹ سے تکبر کیا، پس بعض کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔) [البقرۃ:۸۷]

تکبر منافقوں کی صفت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ لَوَّوْا۟ رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ﴾

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔) [المنافقون:۵]

گزشتہ امتوں کو اسی تکبر کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا گیا، اللہ تعالی نے قوم نوح کے بارے میں فرمایا:

﴿وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟ ٱسْتِكْبَارًا﴾

(اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔) [نوح:۷]

فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں فرمایا:

﴿وَٱسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ * فَأَخَذْنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذْنَٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(اس نے اور اس کے لشکروں نے ناحق طریقے پر ملک میں تکبر کیا اور سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے۔ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا، اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟) [القصص:۳۹-۴۰]

قومِ ہود کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۞ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴾

(اب عاد نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے (بہت ہی) زیادہ زور آور ہے، وہ (آخر تک) ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انہیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھادیں، اور (یقین مانو) کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے اور وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔) [فصلت: ۱۵-۱۶]

تکبر کرنے والے انبیا اور ان کے متبعین کے دشمن ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ﴾

(ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے الاّ یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔) [الأعراف: ۸۸]

موسی علیہ السلام نے ان سے اللہ کی پناہ طلب کی تھی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴾

(موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص (کی برائی) سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔) [غافر: ۲۷]

تکبر کرنے والا اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو کمال کی نظر سے دیکھتا ہے

اور دوسروں کو کمی کی نظر سے دیکھتا ہے، اس کے دل پر مہر لگا ہوتا ہے، وہ نفسانی خواہشات کی ہی اتباع کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾

(اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔) [غافر:۳۵]

اللہ تعالی متکبر کو ناپسند کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

(کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔) [لقمان:۱۸]

متکبر انسان نشانیوں اور عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ ءَايَٰتِيَ ٱلَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ﴾

(میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں ۔) [الأعراف:۱۴۶]

حق سے تکبر واعراض کرنے والا باطل کو اپناتا ہے اور کبھی کبھی اس دنیا میں ہی اسے سزا مل جاتی ہے، عہد نبوی میں تکبر کی وجہ سے ایک آدمی کا ہاتھ شل ہو گیا تھا، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔**" وہ بولا: مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔" اور اس نے ازراہ غرور ایسا کیا تھا، راوی کہتے ہیں کہ وہ اس ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، ایک متکبر کو زمین میں دھنسا دیا گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: "**ایک شخص ایک جوڑا پہن کر کبر وغرور میں سرمست، سر کے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے اکڑ کر اتراتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اب وہ قیامت تک اس میں دھنستا رہے گا۔**" (متفق علیہ)۔

آخرت میں متکبر کے ساتھ اس کی قصد ونیت کے برخلاف معاملہ کیا جائے گا، جو دنیا میں لوگوں

پر فخر وغرور کرے گا آخرت میں لوگ اسے اپنے پیروں سے روندیں گے، محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی قیامت کے دن کچھ لوگوں کو چیونٹی کی شکل میں اٹھائے گا، جنہیں لوگ اپنے پیروں سے روندیں گے، پوچھا گیا: چیونٹی کی شکل میں یہ کون لوگ ہوں گے؟ جواب دیا گیا: یہ دنیا میں تکبر کرنے والے لوگ ہوں گے۔" (اسے بزار نے روایت کیا ہے)، نوادر اصول میں ہے: "جو جتنا تکبر کرنے والا ہو گا وہ آخرت میں قد کے اعتبار سے اتنا ہی چھوٹا ہو گا، اسی طرح جو جتنا اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا وہ قد کے اعتبار سے اتنا ہی بلند ہو گا۔" جس کے دل میں کبر وغرور ہو گا گرچہ کم ہی کیوں نہ ہو، اس پر جنت حرام ہو گی، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہو گا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہو گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾

(کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟) [الزمر:٦٠]

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: "کیا میں تمہیں اہل جہنم کی خبر نہ دوں؟ وہ سخت مزاج، بدخو اور تکبر کرنے والا ہے۔" (متفق علیہ)، نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جنت اور جہنم کے درمیان بحث و تکرار ہوئی، جہنم نے کہا: میرے اندر ظالم اور متکبر داخل ہوں گے، اور جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور مسکین داخل ہوں گے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مسلمانو!

تکبر ربوبیت کے خصائص میں سے ہے، اسے چھیننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، مخلوقات میں سے جو بھی کرے گا اللہ اسے عذاب سے دوچار کرے گا، نبی ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا: "عزت وشرف میری ازار ہے اور بڑائی میری چادر ہے، جو بھی ان دونوں میں سے کسی چیز میں مجھ سے تنازع کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)۔ اللہ عز وجل ہی متکبر ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے بارے فرمایا:

﴿ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡجَبَّارُ ٱلۡمُتَكَبِّرُ﴾

(غالب زور آور، اور بڑائی والا ہے۔)[الحشر:۲۳]

اسلام نے عظمت وکبریائی کو اللہ کے لیے محفوظ کردیا ہے، اور ان تمام ذرائع کو حرام قرار دیا جہاں رب العالمین کی کبریائی کو چھیننے کی کوشش ہو، چنانچہ مردوں کے لیے سونا اور ریشم کو ممنوع قرار دیا، کیوں کہ یہ کبر وغرور کا باعث ہے، اور ازار کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کو عذاب کی وعید سنائی، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا"، آپ ﷺ نے اس بات کو تین مرتبہ بیان فرمایا، ابوذر نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ نامراد ہوئے اور بڑے نقصان میں پڑے، وہ کون لوگ ہیں؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنا تہمد (لنگی) ٹخنے سے نیچے لٹکائے، اور جو دے کر احسان جتائے، اور جو اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ رواج دے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)، اسلام نے انسان کو دوسروں پر فخر کرتے ہوئے گال پھلانے اور منہ پھیرنے سے منع کیا ہے اور جنگ کے علاوہ کسی اور حالت میں تکبر کی چال چلنے سے روکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًاۖ
إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٖ فَخُورٖ﴾

(لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔)[لقمان:۱۸]

تکبر میں منہ پھاڑ پھاڑ کر بات کرنے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو باتونی، بلا احتیاط بولنے والے زبان دراز اور تکبر کرنے والے ہیں۔" (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

لہذا فخر وغرور کی چادر اتار پھینکو، یہ تمہارے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ خالق کے لیے ہے، تواضع

وعاجزی کی چادر اوڑھو، جس انسان کے دل میں جتنا کبر ہے اسی کے بقدر اس کی عقل میں کمی ہو جاتی ہے، کبر کی وجہ بندے کی اپنے رب سے اور اپنی ذات سے جہالت ولا علمی ہے، کیوں کہ اگر بندہ اپنے رب کو اس کے صفات کمال اور اوصاف جلال کے ساتھ پہچان لے اور یہ جان لے کہ وہ خود عیوب و نقائص کا مجموعہ ہے تو وہ کبھی فخر و غرور نہیں کرے گا، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس کا گناہ کبر کی وجہ سے ہو اس پر خوف کھاؤ، کیوں کہ ابلیس نے کبر کی وجہ سے گناہ کیا تھا تو وہ ملعون ٹھہرا۔"

عذاب اس پر آتا ہے جس کے دل میں کبر پوری طرح رچ بس گیا ہو اور کبر کی کمی وشدت کے مطابق عذاب میں کمی وشدت ہوتی ہے، جو کبر کا دروازہ اپنے اوپر کھولے گا، کبر اس کے اوپر برائیوں کے مختلف دروازے کھول دے گا، اور جو کبر کا دروازہ اپنے اوپر بند کرے گا، اس پر خیر کے دروازے باذن اللہ وسیع ہو جائیں گے، ایمان مخالف کبر انسان کو جنت میں داخل نہیں ہونے دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

(یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔)[غافر:٦٠]

بعض کبر و غرور واجبی ایمان کا مخالف ہوتا ہے، بلکہ وہ کبر انکارِ حق اور مخلوق کو حقیر سمجھنے کا موجب ہوتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "**وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا۔**" ایک آدمی نے کہا: اگر آدمی کی یہ خواہش ہو کہ اس کا کپڑا اور جوتا خوبصورت ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، کبر حق کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔) کسی پر فخر نہ کرو، یہ دنیا ختم ہو جائی گی، آپ ﷺ نے فرمایا: "**اللہ تعالی نے اپنے اوپر یہ واجب قرار دیا ہے کہ دنیا میں جو بھی چیز بلند ہوتی ہے اسے وہ گرا دیتا ہے۔**" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

مسلمانو!

تواضع میں دنیا و آخرت کی بلندی پوشیدہ ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "جس کسی نے بھی اللہ کے

لیے تواضع اختیار کیا،اسے اللہ نے رفعت وبلندی عطا کی۔"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)تواضع انبیا کے اخلاق اور شریفوں کی عادات میں سے ہے، موسیٰ علیہ السلام نے ان دو عورتوں کے لیے کنویں کے اوپر سے پتھر ہٹایا جن کے والد بوڑھے تھے، داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے کھاتے تھے، زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور عیسیٰ علیہ السلام دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿وَبَرًّا بِوَٰلِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾

(اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔)[مریم: ۳۲]

فرمان نبوی ہے: "**اللہ کے بھیجے ہوئے ہر نبی نے بکری چرائی ہے۔**" ہمارے نبی ﷺ بڑے رحم دل اور مہربان تھے، مومنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیتے تھے، ان کے لیے بہت نرم تھے، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے تھے، محتاجوں کے لیے کماتے تھے، حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے تھے، گدھے پر سوار ہوتے تھے، سواری پر اپنے پیچھے دوسرے کو بیٹھاتے تھے، بچوں کو سلام کرتے تھے، جس سے ملتے سلام کرنے میں پہل کرتے، جو بھی دعوت دیتا اس کی دعوت قبول کرتے، خواہ کسی بازو، یا پائے ہی کی دعوت کیوں نہ ہوتی، جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: "نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: اپنے اہل خانہ کے کام میں ہاتھ بٹاتے، اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے نکل کھڑے ہوتے"۔(اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

تواضع معاشرے میں عدل وانصاف اور الفت ومحبت کا سبب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی شخص کسی دوسرے کے خلاف سرکشی نہ کرے۔**"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)، تواضع اختیار کرنے والا آدمی اللہ کے سامنے صدق دل سے عاجزی وانکساری کرنے والا ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے نرمی اور رحمت وشفقت کا بازو جھکانے والا ہوتا ہے، وہ کسی پر اپنا حق نہیں سمجھتا ہے بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس پر لوگوں کا احسان ہے، یہ صفت اللہ تعالیٰ اسی کو عطا کرتا ہے جسے وہ اپنی محبت، قربت اور تکریم سے نوازتا

ہے۔

مسلمانو!

اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ تو ضع وانکساری کے مستحق والدین ہیں، تواضع میں یہ شامل ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کی تعظیم کی جائے، گناہ کے علاوہ ان کے ہر حکم کی بجا آوری کی جائے، ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے، ان کو مخاطب کرتے وقت خوشی اور نرمی کا اظہار کیا جائے، ان کی توقیر کی جائے اور ان کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے لیے بکثرت دعا کی جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَٱخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحۡمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرٗا ﴾

(اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔)
[الإسراء: ۲۴]

ان کے حکم سے رو گردانی کرنا، ان کے سامنے تکبر کا اظہار کرنا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناگواری محسوس کرنا تکبر اور نافرمانی کی ایک قسم ہے اور ایسے شخص کو جہنم کی دھمکی دی گئی ہے۔

دین کے لیے تواضع اختیار کرو، اس کے خلاف کوئی رائے یا خواہش نفس پیش نہ کرو، دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے اعراض نہ کرو۔ جو تمہیں کوئی نصیحت کرے، اسے قبول کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اور جو تمہیں کسی بھلائی کا حکم دے یا کسی برائی سے روکے، تو اس کی اس خیر خواہی کو قبول کر لو، تواضع در اصل فرماں برداری کا نام ہے، فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تواضع یہ ہے کہ تم حق کے لیے تواضع اختیار کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔" ایک آدمی نے مالک بن مغول سے کہا: "اللہ سے ڈرو! تو اس نے اپنا گال زمین پر رکھ دیا۔"

استاد اور شاگرد ایک دوسرے کے لیے تواضع اختیار کرتے ہیں گرچہ استاد موقر ہوتا ہے، چنانچہ شیخ المحدثین ابو موسی مدینی رحمہ اللہ اپنی جلالت قدر اور علو مرتبت کے باوجود بچوں کو تختیوں میں قرآن پڑھایا

کرتے تھے، بیمار لوگوں کی عیادت کرو، ان کے ساتھ کھڑے رہو، ان کی پریشانی دور کرو اور انہیں تقدیر پر صبر کرنے، اس پر رضامند رہنے اور نیکی کی امید رکھنے کی یاد دہانی کراؤ، یہ بھی بیماروں کے ساتھ تواضع ہے، فقیر و نادار لوگوں کے ساتھ نرمی برتو، فقیروں، محتاجوں اور مانگنے سے شرم وحیا کرنے والوں کی خبر گیری کرو، اپنے مال سے ان کی مدد کرو اور اپنی قدر و منزلت کے باوجود ان کے لیے تواضع اختیار کرو، بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے کسی فقیر کے سامنے بیٹھنے والے کسی مالدار سے اچھا آدمی نہیں دیکھا۔"

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْءَاخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

(آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے اور نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔)[القصص: ۸۳]

اللہ تعالی میرے اور آپ سب کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

اللہ تعالی چاہتا ہے کہ بندہ اس کے اوامر کی بجاآوری اور منہیات سے اجتناب کرکے تواضع اختیار کرے، اللہ کے لیے عاجزی وانکساری اپنائے، مسلمانوں کے لیے تواضع اختیار کرنے، ان کے لیے نرمی برتنے اور ان کی ایذارسانیوں پر صبر وتحمل کرنے سے عزت وشرف حاصل ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِينَ﴾

(اور مومنوں کے لیے اپنے بازو جھکائے رہیں۔)[الحجر:۸۸]

نیز عزت وشرف کے لیے قرآن کریم کی خوب تلاوت کرو، حدیث نبوی میں غور وفکر کرو، حسن اخلاق سے متصف ہو جاؤ، بھلائی کرو اور ایذارسانی سے رک جاؤ، غیبت وچغل خوری کو چھوڑ دو اور لوگوں کے ساتھ ایثار کا معاملہ کرو نہ کہ خود غرضی کا۔

تواضع اختیار کرنے والا آدمی جب کسی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سب سے زیادہ قدر ومنزلت والا آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو قدر ومنزلت والا نہیں سمجھتا، اور سب سے افضل آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو فضیلت والا نہیں سمجھتا۔" جب اللہ تعالی آپ کو کسی نعمت سے سرفراز کرے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے عاجزی اختیار کریں، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اصل تواضع یہ ہے کہ دنیاوی نعمتوں میں جو آپ سے کمتر ہے اس کے سامنے اپنے آپ

کو کمتر سمجھیں اور اسے یہ باور کرائیں کہ اس پر آپ اپنی دنیاوی نعمتوں کی وجہ سے کوئی فوقیت نہیں رکھتے ہیں۔"

اخیر میں یہ نہ بھولیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

حسد[۱]

یقینا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کے شر سے اور برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، بہت زیادہ درود و سلام نازل ہو ان پر، ان کی تمام آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! کما حقہ اللہ کا تقوی اختیار کرو اور خلوت و سرگوشی میں اس کی نگرانی کا احساس اپنے دل میں تازہ رکھو۔

مسلمانو!

اعضا و جوارح کی درستگی دل کی درستگی پر موقوف ہے، جزا و سزا میں دل کے اعمال اعضا و جوارح کے اعمال کی طرح ہیں، اللہ کے لیے دوستی و دشمنی پر ثواب ملے گا اور حسد، فخر و غرور اور ریاکاری پر سزا ملے گی۔

دل کی اصلاح کرنا نفلی عبادتوں سے افضل ہے، ایک مسلمان جب تک حقد و حسد سے اپنے دل کو پاک نہیں کرے گا وہ کمال تک نہیں پہنچ پائے گا، دل کی سلامتی انبیا کی صفت ہے، اللہ تعالی نے اپنے خلیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِذْ جَآءَ رَبَّهُۥ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۲۵ صفر ۱۴۳۰ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

(جبکہ اپنے رب کے پاس بے عیب دل لائے۔)[الصافات:۸۴]

نبی اکرم ﷺ کا سینہ دو مرتبہ چاک کیا گیا،ایک مرتبہ بچپن میں،اس وقت آپ کے دل سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکالا گیااور دوسری مرتبہ واقعہ اسراء سے پہلے،اس بار آپ کا دل سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آبِ زمزم سے دھلا گیا۔

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو تعلیم دینے کی غرض سے یہ دعا کیا کرتے تھے: "**میرے دل کو ہدایت دے،میری زبان کو درست رکھ اور میرے دل سے حقد وحسد کو نکال دے۔**"(اسے ابو داود نے روایت کیا ہے۔)۔

دل کی سلامتی پر اللہ تعالی نے انصار کی تعریف کی ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟﴾

(اور وہ (مال) ان کے لیے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے،جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں،اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے)[الحشر:۹]

یعنی: وہ اپنے مہاجرین بھائیوں کے فضل وکرم کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے۔

اور ان کے بعد آنے والے نیک لوگوں کے بارے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِى قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾

(اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال۔)[الحشر:۱۰]

دل کی سلامتی دخول جنت کا سبب ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا:

"**تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آرہا ہے۔**" اتنے میں ایک انصاری صحابی آئے، صحابہ نے ان کے عمل کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی مسلمان کو دھوکہ دینے کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہوں، اور اللہ کی نعمت پر کسی سے حسد بھی نہیں کرتا ہوں۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔

سلف صالحین اپنے دلوں کی سلامتی کے لیے کوشاں رہتے تھے، اسی وجہ سے ان کی یہ صفت بیان کی جاتی ہے، چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنے ساتھی ابن القیم رحمہ اللہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وہ بہت اچھا پڑھتے تھے، وہ حسن اخلاق کے پیکر تھے، بڑے ہمدرد تھے، کسی سے حسد نہیں کرتے، کسی کو تکلیف نہیں دیتے، کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے اور کسی سے حقد نہیں رکھتے۔"

بروز قیامت ایمان کے ساتھ دل کی سلامتی ہی فائدہ پہنچائے گی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَوۡمَ لَا يَنفَعُ مَالٞ وَلَا بَنُونَ * إِلَّا مَنۡ أَتَى ٱللَّهَ بِقَلۡبٖ سَلِيمٖ﴾

(جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالی کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔) [الشعراء: ۸۸-۸۹]

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے عدل اور فضل وکرم کی بنیاد پر عطاو بخشش میں اپنے بندوں میں سے بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی ہے تاکہ صبر اور شکر گزاری کا پتہ چلے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱللَّهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ فِي ٱلرِّزۡقِ﴾

(اللہ تعالی ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت دے رکھی ہے۔) [النحل: ۷۱]

حسد ایک مذموم خصلت اور گھٹیا صفت ہے، حاسد اس کے ذریعہ فضل وشرف اور انعامات سے متصف لوگوں کو ٹارگیٹ کرتا ہے، اسی حسد سے ابلیس متصف تھا، جس کی وجہ سے اس نے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ﴾

(اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا، اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔) [ص:٧٦]

یہی حسد آسمان میں اللہ کی سب سے پہلی نافرمانی کا سبب بنا، یہ یہود و نصاری کی صفت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾

(یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے۔) [النساء:۵۴]

یہ دل کے مریضوں کی باتوں میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ﴾

(وہ اس کا جواب دیں گے (نہیں نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔) [الفتح:۱۵]

یہ حسد بسا اوقات انسان کو کفر تک لے جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾

(مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔) [البقرة:۳۴]

اسی حسد کی بنیاد پر غیر مسلم مسلمانوں کو ان کے دین سے خارج کرنے کی تمنی کرتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ
لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا ﴾

(ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔) [البقرة:۱۰۹]

بسا اوقات یہ حسد انسان کو اسلام میں داخل ہونے سے روک دیتا ہے، مسور بن مخرمہ نے ابو جہل سے کہا: "کیا تم لوگ نبوت سے پہلے محمد پر کذب بیانی کی تہمت لگاتے تھے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! بے

شک محمد ہم میں ایک ایماندار نوجوان تھا، ہم نے اسے کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا، انہوں نے کہا: تو پھر تم لوگ ان کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا: ہم اور بنو ہاشم شرف و سرداری کے لیے آپس میں جھگڑے کرتے تھے، انہوں نے کھلایا، ہم نے بھی کھلایا، انہوں نے پلایا، ہم نے بھی پلایا، انہوں نے پناہ دی، ہم نے بھی پناہ دی، یہاں تک جب ہم اس جھگڑے کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور ریس کے گھوڑے کی طرح برابری میں آگئے تو انہوں نے کہا: ہم میں سے نبی ہوں گے۔ یہ ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم! اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور کبھی بھی اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔"

کبھی کبھی حسد کرنے والا انسان اس آدمی کو مار ڈالتا ہے جس سے وہ حسد کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱبۡنَيۡ ءَادَمَ بِٱلۡحَقِّ إِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانٗا فَتُقُبِّلَ مِنۡ أَحَدِهِمَا وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ مِنَ ٱلۡأٓخَرِ قَالَ لَأَقۡتُلَنَّكَ﴾

(آدم (علیہ السلام) کے دونوں بیٹوں کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو، ان دونوں نے ایک نذرانہ پیش کیا، ان میں سے ایک کی نذر تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔)[المائدۃ:۲۷]

یہ حسد لوگوں کے دلوں کے لیے ایک فتنہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعۡضَهُم بِبَعۡضٖ لِّيَقُولُوٓاْ أَهَٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنۢ بَيۡنِنَآ﴾

(اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں، کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔)[الأنعام:۵۳]

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حسد لوگوں کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، لیکن کامیاب وہ ہے جو حسد کو اپنے دل سے دور کرتا رہے۔"

حسد کمال ایمان کے منافی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **"کسی بھی انسان کے دل میں دو چیزیں جمع**

نہیں ہوسکتیں: ایمان اور حسد۔"(اسے نسائی نے روایت کیا ہے۔)، اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس بیماری سے ڈرایا ہے، فرمایا: "**آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو اور قطع تعلق نہ کرو۔**"(متفق علیہ)۔

حسد تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے، یہ ظلم کا باعث اور قطع رحمی کا سبب ہے، ابن عقیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے تمام اخلاق میں غور وفکر کیا تو میں نے پایا کہ حسد سب سے بڑا وبال جان ہے۔"

حاسد کا دل کمزور ہوتا ہے، دوسرے کی ہر نعمت کو بڑا سمجھتا ہے، بندوں پر اللہ کی جو نعمتیں ہیں ان سے بغض رکھتا ہے، ہر ظاہری خوبی یا قابل شکر منقبت سے کڑھتا ہے، لوگوں پر اللہ کے فضل وکرم کو دیکھ کر غم زدہ ہو جاتا ہے، نعمت کو زائل ہوتے دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اس لیے حاسد کو کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوتا، لوگوں کے حزن وملال پر خوش ہوتا ہے اور ان کی خوشی پر غم سے دوچار ہو جاتا ہے، اللہ کے فیصلے کو عادلانہ نہیں سمجھتا، لوگوں کو اللہ کے انعامات کا اہل نہیں سمجھتا اور اس کی زبان پر دل کی گندگی نکل آتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَمْ حَسِبَ ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ ٱللَّهُ أَضْغَٰنَهُمْ﴾

(کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہ کرے گا۔)[محمد:۲۹]

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حسد سے بچو! بے شک اس کا اثر تمہارے دشمن سے پہلے تم پر ظاہر ہو جائے گا۔" حسد انسان کو ذلت ورسوائی کی طرف لے جاتا ہے، جیسا کہ یوسف کے بھائیوں کے ساتھ ہوا، ان لوگوں نے اپنے اسی بھائی سے صدقات وخیرات طلب کیے جس سے ان سب نے حسد کیا تھا، ان سب نے کہا تھا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا ٱلضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَٰعَةٍ مُّزْجَىٰةٍ
فَأَوْفِ لَنَا ٱلْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَآ﴾

(کہنے لگے کہ اے عزیز! ہم کو اور ہمارے خاندان کو دکھ پہنچا ہے۔ ہم حقیر پونجی لائے ہیں پس آپ

ہمیں پورے غلہ کا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے۔) [یوسف:۸۸]

بری خصلتوں میں سب سے زیادہ عادلانہ خصلت حسد ہی ہے، حاسد بذات خود اپنی ذات سے انتقام لیتا ہے قبل اس کے کہ حسد کیے ہوئے شخص تک اس کا شر پہنچے، جو بھی حاسد کے حزن وملال اور رنج و غم کی کیفیت کو دیکھے گا وہ اس پر رحم کھائے گا، حاسد لایعنی چیزوں میں لگ کر مفید چیزوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

حسد، حسد کیے گئے شخص کی بلندی کا سبب ہے، کیوں کہ لوگ اسی سے حسد کرتے ہیں جو عظیم ہوتا ہے، بہت سی پوشیدہ نعمتوں کو حاسد ہی سامنے لاتا ہے، اور کتنے لوگوں کی تعریف حسد کے بعد ہی ہوئی ہے، ہابیل نے آدم کے بیٹے سے حسد کیا تو اس کا ذکر لازوال ہو گیا اور اللہ کی کتاب میں اس کی تعریف کی گئی۔

انسان جس قدر فضل وشرف سے مشرف ہوتا اور اس پر اللہ کی نعمتیں جس قدر ہوتی ہیں اسی قدر لوگ اس سے حسد کرتے ہیں، اور سب سے بڑی نعمت جس پر انسان سے حسد کیا جاتا ہے وہ اسلام کی نعمت ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَدُّواْ لَوۡ تَكۡفُرُونَ كَمَا كَفَرُواْ فَتَكُونُونَ سَوَآءً ﴾

(ان کی تو چاہت ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تو بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ۔) [النساء:۸۹]

نبی ﷺ سے قرآن پر حسد کیا گیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَقَالُواْ لَوۡلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ ٱلۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيمٍ ﴾

(اور کہنے لگے، یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔) [الزخرف:۳۱]

حسد کیا گیا آدمی مظلوم ہوتا ہے، اسے صبر، تقوی اور عفو ودرگزر کا حکم دیا گیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا

ارشاد ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ ۖ فَٱعْفُواْ وَٱصْفَحُواْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ﴾

(ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد وبغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹادینا چاہتے ہیں، تم بھی معاف کرو اور چھوڑو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔)[البقرة: ۱۰۹]

اور حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا:

﴿ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ ﴾

(جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔)[یوسف: ۹۲]

حاسد کی آگ اس پر احسان کر کے بجھائی جاتی ہے، حاسد کا شر جس قدر بڑھے اسی قدر اس پر احسان کریں، نصیحت کریں اور اس پر رحم کھائیں، حسد کمال ایمان کے لیے مانع ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لیے کرتا ہے۔"** (متفق علیہ)۔

حسد کرنا گناہ ہے، ایک مسلمان کے لیے یہ واجب ہے کہ اس سے توبہ کرے، قضائے الٰہی سے راضی ہو جائے، تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کردے، کسی بھی حکم میں اللہ کی مخالفت نہ کرے، بندوں پر اللہ کے کیے گئے فضل وکرم سے خوش رہے، اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے، اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہوئے اور لوگوں پر اس کی نعمتوں سے ناراض نہ ہوتے ہوئے، اس گناہ کو اپنے دل سے دور کرتا رہے، اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھے، اللہ نے اسے جو نعمتیں دی ہیں انہیں یاد کرے اور اللہ کی دی ہوئی عطاو بخشش پر قناعت کرلے، کیوں کہ ہر حاسد کا ایک حاسد ہے، اس حسد سے اللہ کی پناہ مانگے، جس سے

حسد کیا ہے اس کے لیے خوب دعا کرے، اپنے مسلم بھائی کے لیے مزید خیر کی تمنی کرے، جس ذات نے دوسرے کو کوئی نعمت عطا کی ہے، وہ اس پر قادر ہے کہ وہ آپ کو بھی ویسی نعمت یا اس سے زیادہ نعمتیں عطا کرے، ارشاد باری ہے:

﴿وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ﴾

(اللہ بڑا فضل والا ہے۔)[الحدید:۲۱]

ہاں یہ یادر ہے کہ آخرت کے درجات پانے کے لیے رشک کرنا صحیح ہے۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

﴿وَلَا تَتَمَنَّوۡاْ مَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بِهِۦ بَعۡضَكُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٍ﴾

(اوراس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے۔)[النساء:۳۲]

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ سب کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

اللہ کے نزدیک محبوب ترین لوگ وہ ہیں جن کے دل سب سے زیادہ نرم اور پاک صاف ہیں، اس مؤمن کی زندگی سب سے زیادہ خوشگوار ہے جس کا دل پاک صاف ہے، اگر وہ اپنے کسی بھائی پر اللہ کی کوئی نعمت دیکھتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے، اس میں اللہ کے فضل اور بندوں کی محتاجگی کو محسوس کرتا ہے۔ کوئی آدمی کسی مسلمان سے دشمنی کرکے کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جانے میں دل کی سلامتی ہے، اور اللہ کی تقسیم پر انسان جتنا راضی ہوگا اتنا ہی اس کا دل صاف رہے گا۔

انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مذموم اخلاق سے دور رکھے، گھٹیا عادتوں سے روکے اور بالخصوص دل کو حرص، شہوت، غصہ اور حسد سے بچائے، کیوں کہ یہی تمام برے اخلاق کی جڑ ہیں۔

جو اللہ کی نعمتوں کا خواہاں ہے، اسے لوگوں کے احوال پر توجہ نہیں دینی چاہیے، بلکہ وہ اپنے سینے کو پاک رکھے۔ جو اپنے گناہوں پر نظر رکھے گا، وہ ان نعمتوں کو ہی بہت زیادہ سمجھے گا جن سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہے۔ شکر گزاری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کی نعمتوں کی محافظ نہیں ہو سکتی اور ناشکری سے بڑھ کر کوئی چیز زوال نعمت کا سبب نہیں ہو سکتی۔

لہذا اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کریں، وہ آپ کو اپنے فضل سے اور نوازے گا اور ایسی خیر وبھلائی عطا کرے گا جس سے آپ دنیا وآخرت میں کامیاب رہیں گے۔

اخیر میں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

ظلم [۱]

بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد اور بخشش کے طلبگار ہیں، اور ہم اپنے نفس اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالی ان پر، ان کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر بہت زیادہ درود وسلام نازل کرے۔

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خلوت وسرگوشی ہر حال میں اللہ کی نگرانی کا احساس اپنے دل میں قائم رکھو۔

مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسکے اندر کچھ اچھی خصلتیں پیدا فرمائیں اور اسے انہیں اپنانے اور لازم پکڑنے کی تاکید کی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيۡهَا﴾

(اللہ کی دی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے)۔[الروم: ۳۰]

اور اس کے اندر کچھ مذموم خصلتیں بھی پیدا کیں اور حکم دیا کہ اپنے نفس وخواہشات کو قابو میں رکھ کر ان سے دور رہے۔ ان ہی مذموم خصائل میں ایک ایسی خطرناک خصلت بھی ہے کہ انسان اگر اس میں اپنے نفس کی لگام کو ڈھیل دے دے تو ہلاک ہو جائے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ایک صفر ۱۴۲۹ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

﴿إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَظَلُومٞ كَفَّارٞ﴾

(بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔)[ابراھیم:۳۴]

ایک سلیم الفطرت آدمی ظلم وسرکشی سے دور رہتا ہے اور عدل وانصاف اور تقوی الٰہی سے آراستہ ہوتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی نے بھی ظلم وزیادتی سے اپنی ذات کو پاک قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ﴾

(بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔)[النساء:۴۰]

ظلم کو اللہ تعالی نے بندوں کے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے، حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

"اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔"(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

ظلم وزیادتی لوگوں کے حقوق چھین لیتی ہے، معاشرے کو بگاڑ دیتی ہے، کمزوروں کو مجبور کردیتی ہے، حزن وملال کا سبب بنتی ہے، گھروں کو برباد کردیتی ہے اور قوموں اور ملکوں کو تباہ کردیتی ہے۔ سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام نے ظالموں کے خلاف بددعا فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تَزِدِ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارَۢا﴾

(اور ظالموں کو تو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر۔)[نوح:۲۸]

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے تو ظلم سے اللہ کی پناہ مانگتے اور کہتے: «**بِسْمِ اللَّهِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَزِلَّ، أَوْ أَضِلَّ، أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ**»

"اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں سیدھے راستے سے پھسل جاؤں، یا گمراہ ہو جاؤں۔ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے۔ میں کسی پر جہالت کروں یا کوئی مجھ پر جہالت کرے۔"(امام احمد نے اسے روایت کیا ہے)۔

آپ ﷺ نے امت کے افراد کو بھی ظلم وناانصافی سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو فقر سے، قلت اور ذلت سے اور ظلم کرنے اور کیے جانے سے"۔(امام نسائی نے اسے روایت کیا ہے)۔

اور مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کرنے سے روکا ہے۔فرمان نبوی ہے:

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے"۔(امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے)۔

ظلم نہایت گھٹیا حرکت ہے، کیوں کہ اس سے صرف کمزوروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ظلم کا گناہ ہر گناہ سے زیادہ سخت ہے۔کیونکہ اکثر وبیشتر یہ کمزوروں کے ساتھ ہوتا ہے جو بدلہ لینے کے قابل نہیں ہوتے"۔یہ ایک مذموم صفت ہے جو بندوں کی روزی میں تنگی کا باعث ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ ﴾

(یہود کے گناہوں کے سبب سے ہم نے ان پر بہت سی پاک چیزیں حرام کردیں جو ان پر حلال تھیں)

[النساء:١٦٠]

معمولی چیز میں بھی ظلم کرنا سخت عذاب کا باعث ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"جس نے اپنے حق کے بغیر ایک بالشت بھی زمین لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا"**۔(متفق علیہ)۔

اور اگر بلی پر ظلم آگ میں داخل ہونے کا باعث ہو تو مسلمان پر ظلم اس سے بھی زیادہ ہولناک ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی جس کو اس نے قید کیا تھا یہاں تک کہ وہ مر

گئی، اس عورت نے اس بلی کو نہ کھانا دیا، نہ پانی، اور نہ چھوڑا کہ زمین کے کیڑوں کو کھاتی"۔(متفق علیہ)۔

قومیں عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گی بشرطیکہ وہ ایمان لائیں اور ظلم سے باز رہیں، اگر ظلم وزیادتی پر اتر آئیں تو ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتِلْكَ ٱلْقُرَىٰٓ أَهْلَكْنَٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا۟﴾

(اور یہ بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا ہے جب انہوں نے ظلم کیا تھا۔)[الکھف:۵۹]

ظالم کو اللہ نے وعید سنائی ہے اور دردناک عذاب کی دھمکی دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ﴾

(جنہوں نے ظلم کیا ان کے لیے دردناک دن کے عذاب سے تباہی ہے۔)[الزخرف:۶۵]

اللہ تعالی ظالم کو نہ ہدایت دیتا ہے، نہ اس کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی اس سے محبت کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

(اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔)[آل عمران:۵۷]

ظالم دم بریدہ ہوتا ہے، اپنے پیچھے اچھی یادیں نہیں چھوڑ جاتا ہے، تمہارا رب بھی اس کے لیے گھات میں لگا ہے، اس کا انجام ہلاکت ہے، بلکہ کبھی کبھی اسے ظلم کی سزا جلد مل جاتی ہے، خواہ مظلوم اس پر بددعا نہ کرے، اور اس کی سزا بہت بڑی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"**بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا مرتکب زیادہ لائق ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے دنیا میں بھی جلد سزا دی جائے اور آخرت کے لیے بھی اسے باقی رکھا جائے**"۔(ترمذی نے اسے روایت کیا ہے)

اور بسا اوقات اللہ ظالم کو ڈھیل دیتے ہوئے دنیا میں اسے عذاب نہیں دیتا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"**بے شک اللہ تعالی ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا**"۔(متفق

علیہ)۔

اور روز قیامت ظالم پر مزید تاریکیاں چھا جائیں گی، نبی ﷺ نے فرمایا: "**بے شک ظلم روز قیامت تاریکیوں کا باعث ہوگا**"۔(متفق علیہ)۔

روز قیامت ظالم کا نہ کوئی حامی ہوگا، نہ کوئی سفارشی، اور نہ ہی اس کا کوئی عذر قبول کیا جائے گا۔ وہ عذاب سے بچنے کے لیے روئے زمین کی ساری دولت بلکہ اس کے ساتھ اسی کے مثل اور دولت کو بدلے میں دینا چاہے گا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ﴾

(ور اگر ظالموں کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سب ہو اور اسی قدر اس کے ساتھ اور بھی ہو تو قیامت کے بڑے عذاب کے معاوضہ میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے۔)[الزمر:۴۷]

دنیا میں اگر کوئی ظالم کسی دوسرے ظالم کو دوست بھی بنالے تو بالآخر باہمی نزاع وافتراق پر دوستی ختم ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴾

(بے شک ظالم لوگ گہری مخالفت میں ہیں)[الحج:۵۳]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب دو آدمی معصیت پر اتفاق کرتے ہیں تو وہ لازمی طور پر باہمی نزاع کا شکار ہو جاتے ہیں"۔

ظالم کو اپنے ظلم سے قرار حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اسے اس سے بڑے ظالم کے ذریعے آزمایا جاتا ہے جو اسے مقہور و مجبور کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾

(اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض دوسروں پر مسلط کر دیتے ہیں ان کے کرتوت کی بنا پر۔)

[الأنعام:۱۲۹]

اللہ تعالی اپنی قوت وقدرت سے مظلوم کی مدد فرماتا ہے اور اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "**تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں؛ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی اپنے بچے کے خلاف کی جانے والی دعا**"۔(ترمذی نے اسے روایت کیا ہے)۔

زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مظلوم جب اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہے تو اللہ کا عدل ظالم کی سزا کا تقاضہ کرتا ہے"۔

مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا**"۔(متفق علیہ)۔

ابن عقیل رحمہ اللہ نے کہا: "مظلوم و مجبور کی دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے"۔

ایک عورت نے ناحق دعویٰ کیا کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ -جو کہ ان دس صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں اسی دنیا میں جنت کی بشارت سنائی گئی ہے- نے اس کی زمین ہڑپ کر لی ہے۔ تو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھ اندھی کر دے اور اسی کی زمین میں اس کو مار دے۔ چنانچہ موت سے پہلے وہ اندھی ہو گئی، پھر وہ ایک روز جب اپنی زمین میں جا رہی تھی کہ گڑھے میں گری اور مر گئی"۔(امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے)۔

اور باغ والے، جن کا قصہ اللہ نے سورۃ القلم میں بیان کیا ہے، جب انہوں نے غریبوں کو ان کے حق سے محروم کر دیا تو اللہ نے ان کی فصلوں کو تباہ کر دیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ۞ فَأَصْبَحَتْ كَٱلصَّرِيمِ﴾

(پھر تو اس پر رات ہی میں آپ کے رب کی طرف سے ایک جھونکا چل گیا اس حال میں کہ وہ سوئے ہوئے تھے، پھر وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا)۔[القلم:۱۹-۲۰]

جو اپنے اوپر ہوئے ظلم پر صبر کرتا ہے اللہ تعالی اس کی عزت اور بڑھا دیتا ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں اسے یاد رکھو،**

"کسی بندے کے مال میں صدقہ دینے سے کوئی کمی نہیں آتی (یہ پہلی بات ہے)، اور کسی بندے پر کسی قسم کا ظلم ہو اور اس پر وہ صبر کرے تو اللہ اس کی عزت کو بڑھا دیتا ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ اس کے لیے فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا ہے)۔

اللہ تعالی قیامت کے دن مظلوم کی طرف سے جھگڑے گا، اور اللہ جس سے جھگڑے وہ بلا شبہ زیر ہو کر رہے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی"۔ (بخاری نے اسے روایت کیا ہے)۔

اور مظلوم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گا جب تک کہ اس پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ نہ لیا جائے اور اس کا دل خوش نہ ہو جائے، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب مومنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو انہیں ایک پل پر جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہو گا روک لیا جائے گا اور وہیں ان کے مظالم کا بدلہ دے دیا جائے گا جو وہ دنیا میں باہم کرتے تھے"۔ (بخاری نے اسے روایت کیا ہے)۔

مزدوروں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا، ان میں کمی کرنا، یا ان کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم میں سے ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے"۔ (متفق علیہ)۔

اسی طرح دوسروں کی املاک پر حملہ کرنا، لوٹنا، یا اس سلسلے میں انہیں اذیت پہنچانا ظلم و زیادتی میں شامل ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔ (متفق علیہ)۔

یتیموں کا مال ناحق کھانا جہنم میں دخول کے اسباب میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا﴾

(بیشک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں)[النساء:۱۰]

بیوی کا شوہر کے حقوق میں کوتاہی کرنا، اس کے محاسن وخوبیوں کا انکار کرنا، اور جو کچھ اس نے نہیں کیا اس کی شکایت کرنا؛ بیوی کی طرف سے شوہر کے ساتھ ظلم و ناانصافی کی شکلیں ہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"تم شوہر کی ناشکری کرتی ہو"**۔(متفق علیہ)۔

شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ غلط سلوک کرنا، یا اس کے ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا جو اللہ نے فرض کی ہیں؛ بیوی کے ساتھ زیادتی ہے۔ اسی طرح بیویوں کے درمیان ناانصافی، باری کی تقسیم اور نان ونفقہ وغیرہ میں ان میں سے کسی ایک کی طرف جھکاؤ: ظلم وزیادتی کی شکلیں ہیں جن پر وعید وارد ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"جس کی دو بیویاں ہوں اور اس کا میلان ایک کی جانب ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا"**۔(ابوداود نے اسے روایت کیا ہے)۔

عطایا اور تحفہ تحائف عطا کرنے میں بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دینا، یا ان کی دیکھ بھال اور رہنمائی میں کوتاہی کرنا، باپ کی طرف سے ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو"**۔(متفق علیہ)۔

اسی طرح ظلم وناانصافی میں یہ بھی داخل ہے کہ: باپ اپنی بیٹی کو شادی کرنے سے روکے، یا مال وغیرہ کی لالچ سے اس کا نکاح کسی ایسے شخص سے کرادے جو اس کا ہمسر نہ ہو۔

استاد کا ناحق اپنے کچھ طالب علموں کو دوسروں پر ترجیح دینا بھی عدل وانصاف سے انحراف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "القضاۃ ثلاثۃ والی حدیث میں جن تین قسم کے لوگوں کے حق میں وعید وارد ہے اس میں بچوں کا معلم بھی شامل ہے"۔

مسلمان کو اذیت دینا اور اسے نقصان پہنچانا بہت بڑا ظلم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: **"بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی ناحق کسی مسلمان کی بے عزتی میں زبان درازی کرے"**۔(ابوداود نے اسے روایت کیا ہے)۔

تصویر کی تمام قسمیں بندے کا اپنے نفس کے اوپر ظلم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر حد سے تجاوز کرنے والا اور کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے؟ ذرا وہ ایک ذرہ تو پیدا کرکے تو دیکھیں یا گیہوں کا ایک دانہ یا جو کا ایک دانہ ہی پیدا کرکے دیکھیں"۔(متفق علیہ)۔

سب سے بڑا ظلم شرک باللہ ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٌ﴾

(بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔)[لقمان:۱۳]

لہذا جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور سے دعا کرتا ہے، یا نذر مانتا ہے، یا طواف کرتا ہے، یا اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کرتا ہے، یا اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھاتا ہے۔وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے،اس پر واجب ہے کہ توبہ کرے۔

اور جو دوسروں پر ظلم کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے اوپر اللہ کی قدرت کو یاد رکھے،ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَوۡ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِذۡ يَرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾

(اور کاش دیکھتے وہ لوگ جو ظالم ہیں جب عذاب دیکھیں گے کہ سب قوت اللہ ہی کے لیے ہے) [البقرۃ:۱۶۵]

اللہ تعالی ظالم کی توبہ قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ توبہ کرے اور حق والوں کو ان کا حق واپس کردے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَمَن تَابَ مِنۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهِۦ وَأَصۡلَحَ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَتُوبُ عَلَيۡهِ﴾

(جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالی رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے)[المائدۃ:۳۹]

ابن القیم فرماتے ہیں: "بندوں کے ایک دوسرے پر کیے گئے ظلم میں سے ذرہ برابر بھی اللہ تعالی معاف نہیں کرے گا، بلکہ اس کا پورا پورا حساب ہو گا۔"

اللہ تعالی کا یہ کامل عدل ہے کہ مخلوقات کے لیے ان کے ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا، حتیٰ کہ چوپایوں کے درمیان بھی ان کے آپسی ظلم وزیادتی کا پورا فیصلہ ملے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "**تمھیں روزِ قیامت حق والوں کے حق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتی کہ بغیر سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔**"۔(امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ آخرت کے حساب سے قبل ظالم مظلوم سے اپنی گلو خلاصی کرالے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی اور طریقہ سے ظلم کیا ہو تو آج ہی اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے، نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔**"۔(اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

شرک کا ظلم توحید کے بغیر معاف نہیں ہوتا، اور ظالم کو نصیحت کر کے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ ظلم سے باز آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام سے فرمایا:

﴿ٱذْهَبَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ۞ فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۞﴾

(فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے، سو اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔)[طہ:۴۳-۴۴]

درحقیقت ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنا ہے تاکہ عذاب الہی اسے گھیر نہ لے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "**اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ (یہی اس کی مدد ہے**"۔(اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

اللہ تعالی سے ڈرو، عدل وانصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ، ظلم سے بچو، مسلمانوں کی قابل حرمت چیزوں کی تعظیم کرو اور حساب کا دن آنے سے پہلے پہلے لوگوں کے حقوق انہیں واپس کردو۔

أعوذ باللَّه من الشَّيطان الرَّجيم

میں شیطان رجیم سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتا ہوں

﴿وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا﴾

(اور جو تم میں سے ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔)[الفرقان:۱۹]

اللہ تعالی میرے لیے اور آپ کے لیے قرآن عظیم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے احسانات پر، ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اُس کی توفیق و انعامات پر۔ اور میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو اُن پر اور اُن کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر۔

مسلمانو!

ہر بھلائی کی بنیاد علم اور انصاف ہے اور تمام برائیوں کی جڑ جہالت اور ناانصافی ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو ہوا پرستی سے اپنی عقل کو روک لے، ظلم سے بچنے کی معاون چیزوں میں قناعت پسندی، اللہ کی نگرانی کا احساس، اور بکثرت دعا کرنا سرفہرست ہیں۔ جو انصاف کرے گا اور اپنے رب کی نگرانی کا احساس رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرے گا تو وہ پرامن وپرسکون زندگی گزارے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمۡ يَلۡبِسُوٓاْ إِيمَٰنَهُم بِظُلۡمٍ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلۡأَمۡنُ وَهُم مُّهۡتَدُونَ﴾

(جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔) [الأنعام: ۸۲]

اگر لوگ ظلم سے باز آجائیں اور توبہ ودعا کرکے اللہ کی طرف پلٹ آئیں تو وہ خوشحالی اور عطا و بخشش سے محظوظ ہوں گے۔

اخیر میں یہ یادرہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

ظالم کی سزا[1]

بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد اور بخشش کے طلبگار ہیں، اور ہم اپنے نفس اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالی ان پر، ان کی آل واولاد اور صحابہ کرام پر بہت زیادہ رحمتیں نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، یقینا تقوی الٰہی ہدایت کا راستہ ہے اور اس کی مخالفت کرنا بد بختی کا راستہ ہے۔

مسلمانو!

اللہ عزوجل نے انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت بخشی اور اس کی تکریم کی، اور اس کے لیے اطمینان قلب کے اسباب مہیا کیے تاکہ وہ صرف اللہ رب العالمین کی عبادت کرے بالکل اسی طرح جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے، دین پر عمل پیرا ہو کر ہی لوگوں کی زندگی درست ہو سکتی ہے، اور دین داری ہی سے آخرت میں انہیں سعادت نصیب ہو گی۔ نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے: **"اے اللہ! میرے لیے میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے تمام امور کی حفاظت و عصمت کا ذریعہ ہے، اور میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میری روزی ہے، اور میری آخرت کی اصلاح فرما جو کہ میرا آخری ٹھکانا ہے۔"** (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

---

(۱) یہ خطبہ بروز جمعہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۴۳۳ ہجری کو مسجد نبوی میں پیش کیا گیا۔

دین کی بنیاد ہی عدل وانصاف پر ہے: خالق و مخلوق کے درمیان انصاف، کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں، اور بندوں کے مابین انصاف کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہیں؛ یقینا ظلم ہر برائی کی جڑاور دین ودنیا کی تباہی کا باعث ہے۔اللہ عزوجل نے اپنی ذات کو ظلم سے پاک رکھاہے اوراسے بندوں کے درمیان بھی حرام قرار دیاہے، جیساکہ حدیث قدسی میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "**اے میرے بندو! میں نے ظلم کواپنےاوپر حرام کرلیاہےاوراسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیاہے۔لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔**"(اسے مسلم نے روایت کیاہے)۔

اس حدیث کے راوی ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تواپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔

اللہ رب العالمین نے واضح کر دیاہے کہ وہ ظالم سے محبت نہیں کرتااور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، بلکہ اسے جڑسے اکھاڑ پھینکنے کی اللہ نے دھمکی دی ہےاور یہ کہ ہمیشہ کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالی کاارشادہے:

﴿وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَـٰارٍ﴾

(اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں)۔[المائدۃ:۷۲]

بلکہ اللہ تعالی اس سے بھی بڑے ظالم کواس پر مسلط کردیتاہے،اللہ تعالی کاارشادہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ﴾

(اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض دوسروں پر مسلط کردیتے ہیں ان کے کرتوت کی بناپر۔) [الأنعام:۱۲۹]

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "یعنی ہم بعض ظالموں کو بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کردیتے ہیں، اور بعض کی ذریعے بعض کو ہلاک کرتے ہیں اوران سے انتقام لیتے ہیں، ان کے ظلم اور سرکشی کی یہی سزاہے۔"

اللہ عزوجل نے ظالم کو اس کے برے انجام سے ڈرایا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَسَيَعْلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓا۟ أَىَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

(اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں۔)[الشعراء: ۲۲۷]

شُریح رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بے شک ظالم سزا کا منتظر ہوتا ہے، اور مظلوم مدد کا۔"

ظالم کے لیے اس دنیا میں گنتی کے چند ایام ہی ہیں، اور اللہ اسے ڈھیل دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾

(تو تم ان پر جلدی نہ کرو، ہم تو ان کے لیے گنتی کر رہے ہیں۔)[مریم: ۸۴]

جس کا بھی ظلم وعدوان طول پکڑا، اس کی سلطنت جاتی رہی، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ﴾

(اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔)[الأنبیاء: ۱۱]

ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "جب اللہ تعالی دشمنوں کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو ایسے اسباب فراہم کرتا ہے جو ان کی بربادی کا باعث بن جاتے ہیں، ان بڑے اسباب میں -ان کے کفر کے بعد-: بغاوت و سرکشی، اللہ کے ولیوں سے جنگ وجدال، ان پر تسلط حاصل کرنے اور انہیں ایذا پہنچانے میں حد کو تجاوز کر جانا سرفہرست ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظالموں اور ان کے انجام بد کا تذکرہ کیا ہے اور دوسرے لوگوں کے لیے انہیں عبرت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرعون نے جب سرکشی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي ٱلْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِۦ نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴾

(یقیناً فرعون نے سرکشی کررکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا، ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کرر کھا تھا ان کے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔)[القصص:۴]

بلکہ فرعون نے پروردگار پر زیادتی کی، اس کا انکار کر کے خود رب بن بیٹھا اور کہنے لگا:

﴿ فَقَالَ أَنَا۠ رَبُّكُمُ ٱلْأَعْلَىٰ ﴾

(میں تمہارا بلند و برتر رب ہوں۔)[النازعات:۲۴]

اسے اپنے قدموں تلے بہتی نہر پر بڑا فخر تھا۔ وہ کہتا تھا:

﴿ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ ٱلْأَنْهَٰرُ تَجْرِي مِن تَحْتِيٓ ﴾

(کیا ملکِ مصر میرے قبضہ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (محلّات کے) نیچے سے بہہ رہی ہیں (کیا میری نہیں ہیں؟)۔[الزخرف:۵۱]

اللہ تعالیٰ اس کے گھات میں تھا جو کہ ڈھیل تو دیتا ہے لیکن چھوڑتا نہیں، چنانچہ اللہ نے پانی کو اس کے اوپر سے بہا کر اس میں اسے غرق کر ڈالا، اور ہلاکت کے وقت اللہ نے فرمایا:

﴿ فَٱلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً ﴾

(آج ہم تیرے بدن کو نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔)[یونس:۹۲]

اور اللہ نے بتایا کہ اس کی ہلاکت کے وقت سمندر کی لہروں کا اس کے اوپر سے باہم ٹکرانا ایک خوفناک امر تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَخَذَهُ ٱللَّهُ نَكَالَ ٱلْأٓخِرَةِ وَٱلْأُولَىٰٓ ۞ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰٓ ﴾

(پھر اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس کے لیے عبرت ہے

جو ڈرتا ہے۔)[النازعات: ۲۵-۲۶]

حضرت شعیب نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا اور انہیں لوگوں پر ظلم کرنے سے منع کیا اور کہا:

﴿ وَيَٰقَوۡمِ أَوۡفُواْ ٱلۡمِكۡيَالَ وَٱلۡمِيزَانَ بِٱلۡقِسۡطِۖ
وَلَا تَبۡخَسُواْ ٱلنَّاسَ أَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡاْ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُفۡسِدِينَ ﴾

(اور اے میری قوم! انصاف سے ناپ اور تول کو پورا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔)[ھود: ۸۵]

ان کی قوم نے ان کا مذاق اُڑایا اور کہا:

﴿ قَالُواْ يَٰشُعَيۡبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأۡمُرُكَ أَن نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ ءَابَآؤُنَآ
أَوۡ أَن نَّفۡعَلَ فِيٓ أَمۡوَٰلِنَا مَا نَشَٰٓؤُاْۖ إِنَّكَ لَأَنتَ ٱلۡحَلِيمُ ٱلرَّشِيدُ ﴾

(کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں، بے شک تو تو بڑا ہی بردبار نیک چلن ہے۔)
[ھود: ۸۷]

تو اللہ نے ان پر آگ کو بھیجا جس نے ان کو اور ظلم سے حاصل کیے ہوئے ان کے مال کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَأَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ ٱلظُّلَّةِ ﴾

(پھر انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔)[الشعراء: ۱۸۹]

یعنی: جلا کر راکھ کر دینے والی آگ جو آسمان سے ان پر نازل کی گئی تھی۔

﴿إِنَّهُۥ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٍ ﴾

(بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔)[الشعراء: ۱۸۹]

اور قوم ثمود کا گناہ یہ تھا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے ساتھ انہوں نے بطور نشانی اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، تو پھر اللہ نے ان پر ایسی ہیبت ناک چیخ بھیجی جس نے اُن کے دلوں کو کاٹ دیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "جو شخص اللہ کے محارم کا ارتکاب کرے، اس کے اوامر و نواہی کو اہمیت نہ دے، لوگوں کو زخمی کرے اور ان کا خون بہائے، اسے شدید عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

جب مومنوں پر سختی، آفت، رنج و غم اور مصیبت آتی ہے تو اللہ تعالی اپنی تقدیر وتدبیر میں لطف وحکمت سے کام لیتا ہے، وہ اپنے بندوں کی مدد پر قدرت بھی رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آزمائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ ٱللَّهُ لَٱنتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ﴾

(یہی (حکم) ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے۔)[محمد: ۴]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کا دفاع کرنے میں بہت قوی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُدَٰفِعُ عَنِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟﴾

(بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے۔)[الحج: ۳۸]

ابن کثیر فرماتے ہیں: "اس کے جو بندے اس پر بھروسہ رکھیں اور اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ امان نصیب فرماتا ہے، شریروں کی برائیوں، اور فاجروں کے مکر وفریب کو خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے، اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے اور انہیں اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔"

یہ دفاع بندے کا اپنے آقا پر ایمان کے بقدر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اس کی طرف سے اللہ تعالی کا دفاع بھی مضبوط ہوتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! اللہ اس آدمی کو کبھی نہیں برباد کرتا جو اللہ کے دین کی حفاظت کرتا ہے۔"

ایک مسلمان فتح ونصرت حاصل کرنے اور ظلم وجبر کا خاتمہ کرنے کے لیے اسباب و وسائل اختیار کرتا ہے، پھر اللہ سے حسن ظن رکھتا ہے کہ اللہ تعالی ضرور اس کی مدد فرمائے گا، اور اللہ کے اسماء وصفات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کی ذات ہی قوت، قدرت، عظمت اور عزت کی حامل ہے۔ اسی طرح قرآن میں مومنین کی نصرت کا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔)[الروم:۴۷]

اور وہ کثرت سے اللہ کی عبادت، توبہ واستغفار اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

(اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔)[محمد:۷]

وہ یقین رکھتا ہے کہ راحت کی گھڑی قریب ہے:

﴿أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

(سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔)[البقرۃ:۲۱۴]

اور یقین رکھتا ہے کہ اللہ پر توکل ہی فتح کی بنیاد ہے:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ
وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

(اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ ہوسکے گا، اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرسکے، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔)[آل عمران:۱۶۰]

حق پر اکٹھے ہو جانا اور باہمی نزاع کو ترک کر دینا دشمنوں پر برتری کی علامت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡ﴾

(اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔)[الأنفال:٤٦]

صبر و تحمل کشادگی کی کنجی ہے، مشکلات و مصائب کے وقت اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، اور دعا دشمنوں کے مقابلے میں ایک زبردست ہتھیار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**مظلوم کی بددعا سے بچو! بلاشبہ اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔**"۔(متفق علیہ)۔

ابن عقیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مظلوم کی دعا بڑی جلد قبول ہوتی ہے"۔

"فال" (نیک شگون لینا) ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ ہے، آپ ﷺ کے ساتھ کافروں نے قتال کیا، آپ ﷺ کا محاصرہ کیا گیا، آپ ﷺ زخمی ہوئے، آپ کو ایذا پہنچائی گئی، آپ کے خلاف سازشیں کی گئیں اور آپ اپنے شہر سے نکالے گئے، آپ کو زہر دیا گیا اور آپ پر جادو کیا گیا، آپ کی چھ اولاد کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہو گیا، لیکن پھر بھی آپ ﷺ فرمایا کرتے:

"**مجھے فال پسند ہے" آپ ﷺ سے پوچھا گیا "فال" کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: "اچھی بات۔**"(متفق علیہ)۔

مسلمان اللہ کی مدد پر کامل ایمان رکھتا ہے، اس پر ظالموں کی طرف مائل ہونا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَرۡكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ
وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنۡ أَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾

(اور ان کی طرف مت جھکو جو ظالم ہیں ورنہ تمہیں بھی آگ چھوئے گی، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے پھر کہیں سے مدد نہ پاؤ گے۔)[هود:١١٣]

اللہ تعالی اپنی قدرت سے کمزوروں کی مدد فرماتا ہے، گرچہ اس پر کتنی ہی سختیاں آجائیں یا اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمْرِهِۦ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(اور اللہ اپنا حکم نافذ کرنے پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔) [یوسف:۲۱]

مؤمنین کے لیے اللہ کی مدد ان کے ایمان اور تقویٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے چاہے ان کی تعداد تھوڑی ہو اور وہ ساز و سامان سے بھی عاری ہوں۔ بے شک ساری قوتوں کا مالک اللہ ہی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًۢ بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾

(بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے۔)[البقرۃ:۲۴۹]

بلکہ اللہ تعالیٰ تو بسا اوقات لڑے بغیر بھی مؤمنین کی مدد فرما دیتا ہے، جیسا کہ غزوہ احزاب کے موقع پر ہوا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَرَدَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا۟ خَيْرًا ۚ
وَكَفَى ٱللَّهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلْقِتَالَ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا﴾

(اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا لوٹا یا انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا، اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے ذمہ لے لی، اور اللہ طاقتور غالب ہے۔)[الاحزاب:۲۵]

اسی طرح کبھی دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر بھی اللہ تعالی مومنوں کی مدد کرتا ہے، جیسا کہ بنو نضیر کے یہود کے ساتھ ہو، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا۟ ۖ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ ٱللَّهِ
فَأَتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا۟ ۖ وَقَذَفَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعْبَ﴾

(تمہیں ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا، اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں

گے پھر اللہ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی۔)[الحشر:۲]

اسی طرح اللہ تعالی نے کبھی سر کشوں کی ہلاکت کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ چنانچہ جب ابرہہ یمن سے ایک بڑے لشکر سمیت کعبہ کے انہدام کے لیے آیا، ہاتھیوں جیسے بڑے جانور اس کے لشکر کا حصہ تھے، لیکن اللہ نے کمزور ترین جانور چڑیوں کے ذریعے ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسایا اور ان کی چال کو ناکام کر دیا۔

اور جب مسلمانوں کو قتل اور زخموں کا سامنا کرنا پڑے، جیسا کہ غزوہ اُحد میں ہوا، تو اس صورت میں بھی بہترین انجام انہیں کے لیے ہوتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

(تم صبر کرو بے شک اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے)۔[ھود:۴۹]

مسلمانو!

اگر دنیا کے لوگ مسلمانوں کو بے یار و مدد گار چھوڑ دیں تب بھی وہی غلبہ حاصل کریں گے اور اگر ان سے لڑائی کی گئی تو بھی وہی غالب ہوں گے اور اگر وہ بے گھر کر دیے گئے تو بھی ان کی تائید کی جائے گی۔ جس کا بھی اللہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ حقیقت میں بے سہارا نہیں ہوتا، جو بھی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔

أعوذ باللّٰه من الشَّيطان الرَّجيم

میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

* وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا

مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾

(اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انہیں سردار بنادیں اور انہیں وارث کریں اور انہیں ملک پر قابض کریں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھادیں جس کا وہ خطرہ کرتے تھے۔)[القصص:۵-٦]

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لیے قرآن کریم کو بابرکت بنائے...

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے احسانات پر، اور ہر طرح کا شکر ہے اس کی توفیق وانعامات پر، میں اس کی شان کی عظمت بیان کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بہت زیادہ درود وسلام نازل ہو ان پر اور ان کی تمام آل واولاد واصحاب پر۔

مسلمانو!

تاریخ حوادث وواقعات اور عبرت ونصیحت سے بھری پڑی ہے، قوموں کے حالات اور ظلم و ظالموں کے انجام سے واقفیت حاصل کرنے میں اہل خرد کے لیے بڑی عبرت ہے اور سعادت مند شخص وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے۔

حد سے تجاوز کرنے والوں کی زندگیاں، ظالموں اور مجرموں کا انجام اس شخص کے لیے باعث عبرت ہیں جسے اللہ تعالی کی کماحقہ معرفت حاصل ہو اور وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِۦ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ ٱلصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ ٱلْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾

(پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، پھر کسی پر تو ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا، اور ان میں سے کسی کو کڑک نے آپکڑا، اور کسی کو ان میں سے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو ان میں سے غرق کر دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔) [العنکبوت: ۴۰]

ظلم جس حد تک بھی چلا جائے اس کا خاتمہ ضرور ہوتا ہے، اور فتح ونصرت صبر کے ساتھ ملتی ہے،

پریشانی و تنگی کے ساتھ کشادگی اور مشکل و سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۞ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا﴾

(بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔) [الشرح: ۵-۶]

اخیر میں یہ نہ بھولیں کہ اللہ تعالی نے آپ سب کو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

فہرست موضوعات

پیش لفظ ٥

اچھے آداب واخلاق ٧

زبان کی حفاظت ٧

صدق وسچائی ٢١

شکر گزاری ٣٢

حسنِ اخلاق ٤٥

صبر و تحمل ٥٢

جود وسخاوت ٦١

وفاداری ٦٩

رحمت وشفقت ٧٧

حیا خیر ہی خیر ہے ٨٩

قابل مذمت اخلاق ٩٩

تکبر ٩٩

حسد ١١٢

ظلم ١٢٢

ظالم کی سزا ١٣٤

فہرست موضوعات ١٤٧

مؤسسة طالب العلم للنشر والتوزيع

00966506090448

ہماری ریلیز کی

خطبات مسجد نبوی کی روشنی میں

عقیدۂ توحید

ارکانِ اسلام

ارکانِ ایمان

نبی اکرم ﷺ
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ردمک: ٩٧٨-٦٠٣-٠٤-٥٣٦٤-١